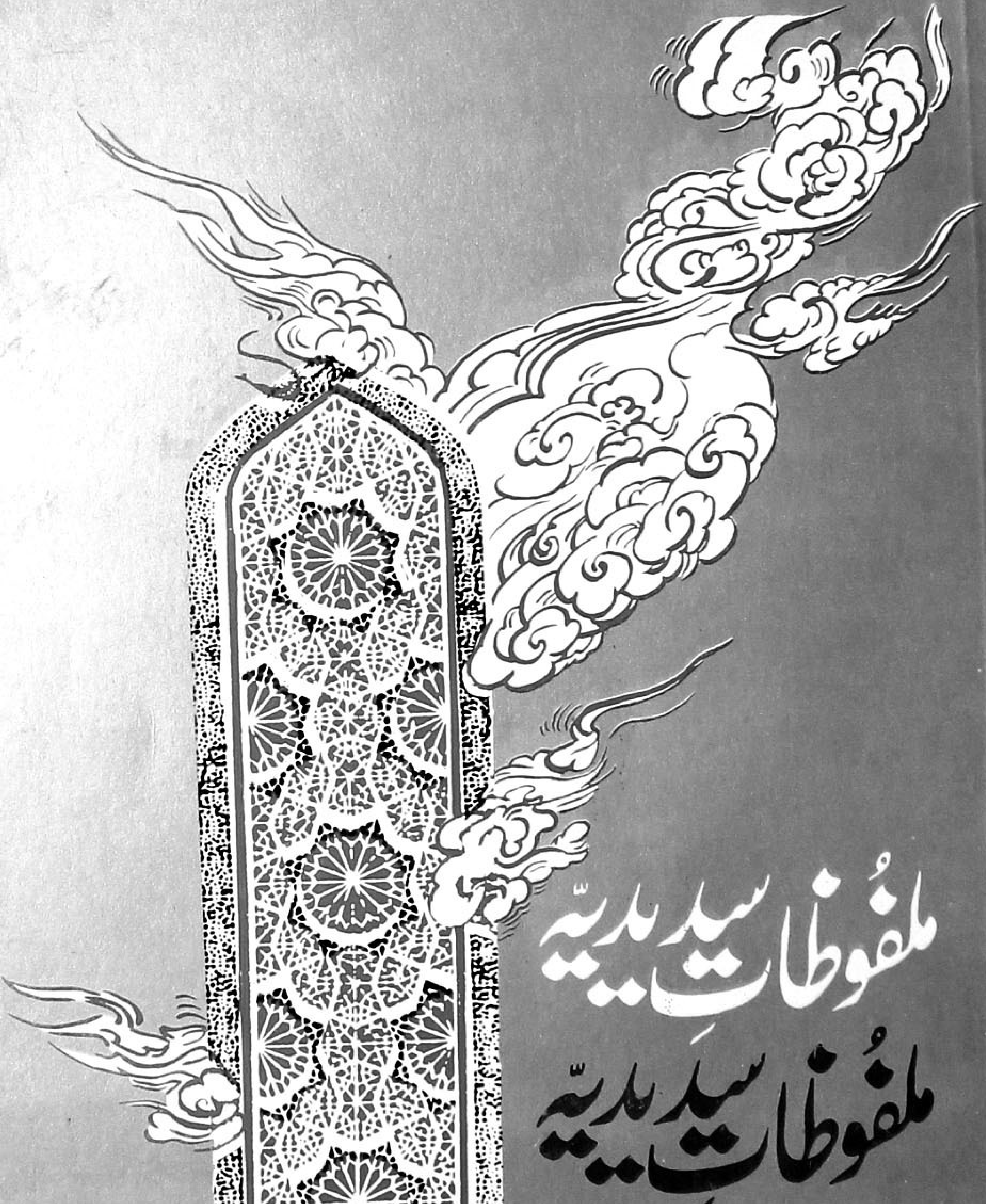

ملفوظاتِ سیّدیہ

ملفوظاتِ سیّدیہ

ملفوظاتِ سیّدیہ

ترتیب معین نظامی

Marfat.com

آنچه من در بزمِ ناز آورده ام دانی که چیست؟

یک چمن گُل، یک نیستان ناله، یک خمخانه مَی

Marfat.com

حضرت خواجہ حافظ غلام سدید الدّین معظّمی رحمۃ اللہ علیہ کے

ملفوظاتِ عالیہ کا مجموعہ

ملفوظاتِ سدیدیہؒ

ترتیب و تالیف

معینؔ نظامی

ناشر

مکتبہ سدیدیّہ خانقاہِ معظّمیہ معظّم آباد۔ ضلع سرگودھا

Marfat.com

"ضابطہ"

جملہ حقوق بحقِ مرتّب محفوظ

نام کتاب ——— ملفوظاتِ سدیدیہؒ

مرتّب ——— معین نظامی

عنوان سرورق ——— امام الخطاطین حافظ محمد یوسف سدیدیؒ

سرورق ——— حکیم قاضی محمد امین انجم، اسلام آباد

کتابت ——— محمد اصغر لالی، راولپنڈی

صفحات ——— ۱۶۰

اشاعتِ اوّل ——— رجب المرجب ۱۴۱۰ھ / فروری ۱۹۹۰ء

تعداد ——— ایک ہزار

مطبع ——— ایف آئی پرنٹرز، راولپنڈی

قیمت ——— ۴۵ روپے

سعی و اہتمام : محمد اسلم ندیم، محمد صادق - الہ آباد، ڈسٹرکٹ راولپنڈی

انتساب

صاحبِ ملفُوظاتؒ کے اُن سچّے عقیدتمندوں کے نام
جن کے دلوں میں آپؒ ہمیشہ زندہ رہیں گے !

Marfat.com

فہرست

- پیش گفتار ____________ (۷)
- صاحبِ ملفوظات: ایک تعارف ____ مُعین نظامی ______ (۱۱)
- منظومات: اُردو، فارسی ______ متفرّق ______ (۲۵)
- انوارِ سدیدیہؒ ______ مولوی محمّد اقبال سدیدی ___ (۴۴)
- اذکارِ سدیدیہؒ ______ محمّد اکرم سدیدی ______ (۶۳)
- اقوالِ قلندری ______ حکیم عبدالرحمٰن مخدوم ___ (۷۳)
- ایک یادگار مجلس ______ صفدر حسین حامد ______ (۸۹)
- ملفوظاتِ سدیدیہؒ حصّہ اوّل و دوّم ___ مُعین نظامی ______ (۹۶)

❖❖❖

Marfat.com

پیش گفتار

جدِّ امجد حضرت خواجہ حافظ غلام سدید الدّین معظّمی رحمۃ اللہ علیہ کے چہلم پر مَیں نے حاضرین سے وعدہ کیا تھا کہ آپؒ کے پہلے عُرس کے موقع پر مَیں آپؒ کی مفصّل سوانحی کتاب "حیاتُ السّدید" ان کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اس سلسلے میں، مَیں نے ضروری مواد کے حصول اور اس کی ترتیب وتیاری کا کام بھی شروع کر دیا، مگر اتفاق سے پے در پے کچھ ایسے گوناں گوں ناگفتہ بہ حالات پیدا ہوتے گئے کہ جمعیتِ خاطر مفقود ہو گئی اور میرے لیے یکسوئی سے تحریری کام کرنا قریب قریب ناممکن ہو گیا، ادھر وقت تھا کہ دبے پاؤں گذرتا چلا جا رہا تھا۔ مجھے قبل از وقت اندازہ ہو گیا کہ مَیں "حیاتُ السّدید" جیسی ضخیم اور ہمہ پہلو سوانحی کتاب کی تالیف کے سلسلے میں اصحابِ طریقت سے کیا ہوا وعدہ ایفا نہیں کر پاؤں گا!

ہر چند مَیں رہینِ ستمہائے روزگار رہا لیکن اپنے اس وعدے کو ایک لمحے کے لیے بھی فراموش نہ کر پایا، اور میرے ضمیر پر مستقل ایک بوجھ رہا۔ گو مَیں جانتا تھا کہ "العذر

عند کرام الناس مقبول" مگر مجھے اچھا نہ لگا کہ عُرس مبارک پر محض معذرت پیش کر دی جائے۔ چنانچہ مَیں نے اپنی آسانی کے لیے کام کو تین بڑے حصّوں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا اور یہ طے کیا کہ حضرت کے متعلق ایک ضخیم ترین کتاب کی بجائے یکے بعد دیگرے تین کتابیں منظرِ عام پر آئیں۔ پہلی کتاب آپؒ کے ان تمام ملفوظات پر مشتمل ہو جو دستیاب ہو سکیں، دوسری میں آپؒ کے تمام اہم مکتوبات شائع کیے جائیں اور تیسری کتاب میں آپؒ کے تفصیلی سوانحِ حیات اور ضمناً منتخب ملفوظات، مکتوبات، فتاویٰ، تقاریر اور اہم شخصیات کے تأثرات شامل ہوں۔ اس طرح ایک تو میرے لیے مواد تقسیم کر کے ان کتابوں کی بروقت ترتیب و تالیف آسان ہو جائے گی اور دوسرا یہ کہ آپؒ کے پہلے عُرس تک کم از کم ایک کتاب تو آپؒ کے عقیدتمندوں تک پہنچ کر ان کی تسکینِ باطن کا سامان بنے گی۔ میرے اس خیال سے بہت سے حضرات نے اختلاف بھی کیا لیکن میرے لیے اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔

بحمد اللہ کہ اس سلسلے کی پہلی کتاب "ملفوظاتِ سدیدیہؒ" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ مَیں نے حتیٰ الوسع کوشش کی ہے کہ یہ مجموعۂ ملفوظات کچھ اس انداز میں مرتب کروں کہ اسے پڑھ کر آپؒ کے جاں نثاروں کو یہی احساس ہو کہ وہ اپنے شیخِ معظّم کی نورانی محفل میں موجود ہیں۔ مجھے اس سلسلے میں کہاں تک کامیابی ہوئی ہے، اس کا فیصلہ قارئینِ گرامی پر ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں، مَیں نے اپنے جمع کردہ ملفوظات کے علاوہ دوسرے کئی پیر بھائیوں سے منقول ملفوظات بھی شامل کیے ہیں۔ ہر شخص کے جمع کردہ ارشادات کو الگ عنوان سے اس کے نام کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ تسہیلِ مطلب کے لیے مناسب مقامات پر

Marfat.com

ذیلی عنوانات بھی قائم کیے گئے ہیں۔ ملفوظات کی صحت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ ملفوظات کے علاوہ اس کتاب میں صاحبِ ملفوظاتؒ کا مختصر لیکن جامع تعارف بھی کرادیا گیا ہے اور اُردو، فارسی کی کچھ منظومات بھی شامل کی گئی ہیں۔ اس سے کتاب کی اہمیت و افادیت بڑھ گئی ہے۔ مَیں نے اپنے طور پر پوری کوشش کی ہے کہ اس میں کوئی غیر مستند بات شامل نہ ہونے پائے۔ اس کے باوجود اگر مجھ سے کوئی کوتاہی ہوگئی ہو تو ازراہِ کرم نشاندہی کرکے ممنون فرمائیں اور پیشگی معذرت بھی قبول کریں۔

اظہارِ تشکر کے ضمن میں سب سے پہلے تو مَیں حضرتؒ کے تمام عقیدتمندوں کا شکرگذار ہوں جن کی دلی دُعائیں میرے ساتھ تھیں۔ اگر ان کی تشویق نہ ہوتی تو مَیں شاید اس کٹھن ذمہ داری سے عہدہ برآ نہ ہوسکتا۔ ساتھ ہی میں فرداً فرداً ان تمام اصحاب کا ممنون ہوں جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب و تیاری میں کسی نہ کسی طرح میری مدد کی۔

حضرت مغفورؒ کے تینوں صاحبزادگانِ والاشان نے ضروری مواد کی جمع آوری میں میری بھرپور سرپرستی فرمائی۔ خصوصاً حضرت صاحبزادہ حمید الدّین احمد صاحب مُعظّمی سجّادہ نشین آستانۂ عالیہ معظّم آباد نے کمالِ شفقت و محبت سے پورے مسودۂ ملفوظات پر نظرِ ثانی کی اور بعض مقامات پر ضروری اصلاح بھی کی۔ حضرت صاحبزادہ محمّد رفیع الدّین صاحب مُعظّمی اور والدِ گرامی حضرت غلام نظام الدّین صاحب نے بھی مسوّدہ ملاحظہ فرماکر گرانقدر مشوروں سے نوازا۔

مولوی محمّد اقبال سدیدی، محمّد اکرم سدیدی، صفدر حسین حامد اور حکیم عبدالرحمٰن مخدوم نے میری بھرپور قلمی معاونت کی اور حضرتؒ کے جو ارشاداتِ عالیہ ان کے پاس محفوظ تھے وہ انہوں نے لکھ کر شاملِ کتاب کرنے کے لیے دیے۔ خُدا انہیں جزائے خیر دے۔

Marfat.com

حضرت صوفی خورشید عالم مخمور سدیدی، ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی (مرکزِ تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد)، صاحبزادہ فیض الامین صاحب اور جناب شعیب شاہد نے منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ ان منظومات کی اشاعت کی اجازت دینے پر میں ان تمام حضرات کا ممنون ہوں۔

برادرِ عزیز شعیب شاہد نے اپنی تعلیمی مصروفیات کے علاوہ، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور کے صدر سٹوڈنٹس یونین کے طور پر اپنی منصبی سرگرمیوں کے باوجود بعض مسودات کو آخری شکل دینے میں میرا ہاتھ بٹایا۔ ملک محمد نصر اللہ جوڑہ، محمد حسین قاضی، ضرار حیدر بابری، شہزاد حامد اور عبدالقیوم انجم نے بھی اس سلسلے میں بہت مدد کی۔ میں ان سب کا تہِ دل سے شکر گزار ہوں۔

میرے عزیز رفیقِ کار محمد اصغر لالی (خوشنویس رایزنی فرہنگی سفارت جمہوری اسلامی ایران، اسلام آباد) نے مجھ سے کیے ہوئے وعدے کے مطابق اپنے بہت سے ضروری کام ملتوی کر کے بڑے ذوق و شوق سے اس کتاب کی کتابت مکمل کر دی۔ میں ان کا ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے کاتبوں کی روایتی وعدہ خلافیوں کی کوفت سے بچا لیا۔

اگر جناب محمد اسلم ندیم صاحب (راولپنڈی) اور جناب محمد صادق صاحب (راولپنڈی) کا بے لوث تعاون نہ ہوتا تو اس کتاب کی اتنی جلدی اشاعت ممکن نہ ہوتی۔ میں ان کا شکر گزار ہوں اور قارئین گرامی سے ان کے حق میں دُعائے خیر کی التماس کرتا ہوں۔

مجھے امید ہے کہ اگر حضرتؒ کے فیض یافتگان کی دُعائیں میرے شاملِ حال رہیں تو "مکتوباتِ سدیدیہ" اور "حیاتُ السّدید" کا کام بھی جلد ہی پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔

معین نظامی

۱۹ر جنوری ۱۹۹۰ء جمعۃ المبارک

Marfat.com

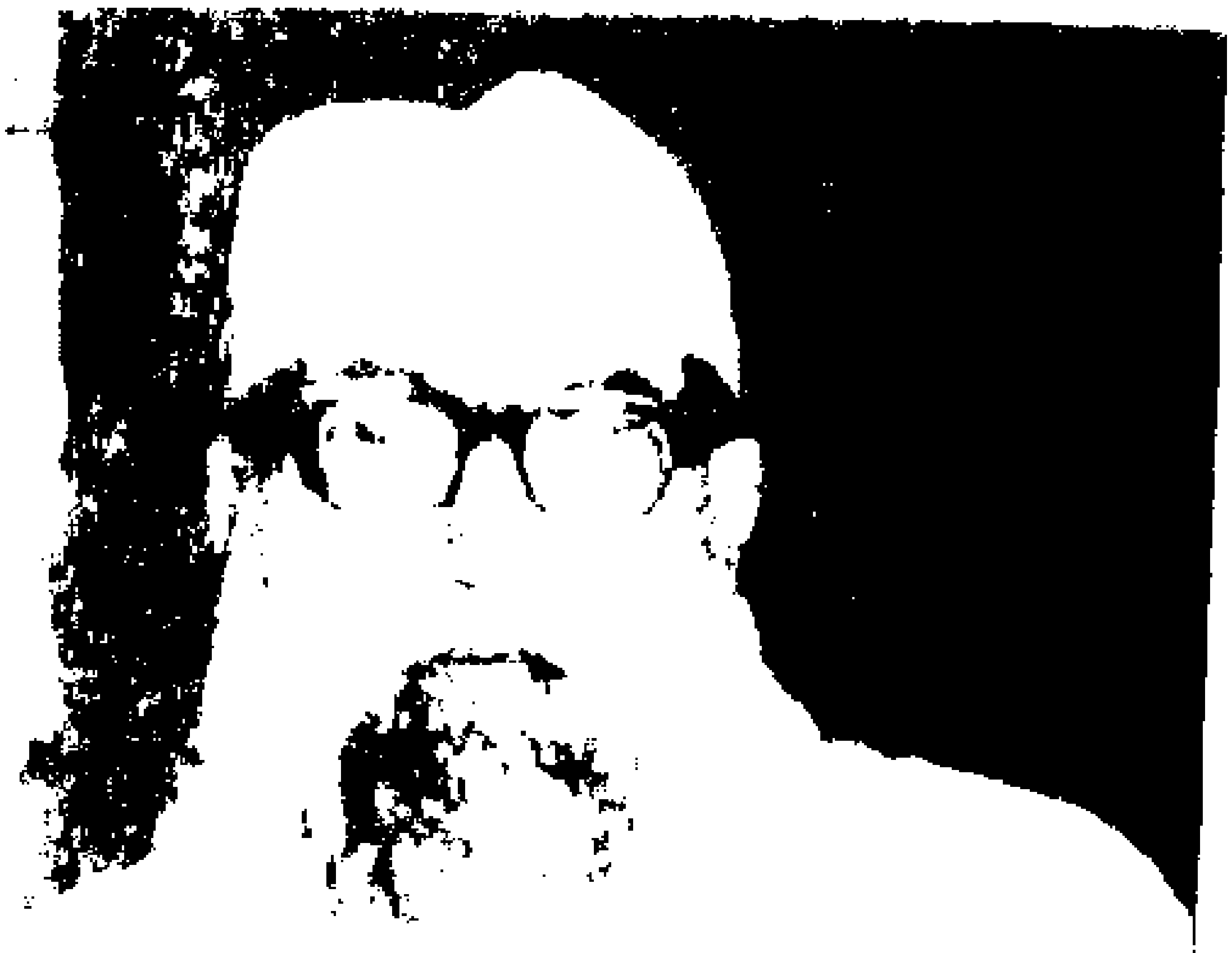

Marfat.com

Marfat.com

حضرت خواجہ
حافظ غلام سدید الدّین معظّمی
رحمۃ اللہ علیہ

برّ صغیر ہند و پاکستان میں اسلام کی نشر و اشاعت اور دینِ مصطفویؐ کی تبلیغ و ترویج کا سہرا صوفیائے کرام اور مشائخ عظّام کے سر ہے۔ ان اولیاء نے کفر و شرک اور معصیت و ضلالت کے اس ظلمت کدے میں اپنے نفوسِ قدسیہ سے شمعِ طریقت روشن کی اور ایمان و ایقان، ہدایت و عرفان اور بصیرت و آگہی کی ضیاء پاشیوں سے اس تاریک سرزمین کو مطلعِ انوار و تجلیات بنا دیا اور بلا مبالغہ لاکھوں دلوں میں عشقِ الٰہی اور محبتِ رسولؐ کی جوت جگا دی۔

اس ضمن میں، مختلف سلاسلِ طریقت میں سلسلۂ عالیہ چشتیہ کا نام سرِ فہرست ہے۔

اٹھارویں اور اُنیسویں صدی کے دورِ زوال میں چشتیہ خانقاہوں نے برّصغیر کے طول و عرض میں بڑی مجاہدانہ شان سے احیائے اسلام کا مجددانہ فریضہ انجام دیا۔ خانقاہِ عالیہ معظّمیہ، معظّم آباد، تحصیل بھلوال، ضلع سرگودہا (پنجاب۔ پاکستان) کا شمار بھی ایسی ہی عظیم المرتبت خانقاہوں میں ہوتا ہے جن کی دینی و ملی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ حضرت خواجہ حافظ علامہ غلام سدید الدّین معظّمیؒ اسی خانقاہ کے تیسرے سجادہ نشین تھے۔

Marfat.com

خانقاہِ معظمیہ کا قیام ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء میں حضرت خواجہ حافظ معظم الدین قدس سرہ العزیز کے ہاتھوں عمل میں آیا، جو آستانہ عالیہ سیال شریف، ضلع سرگودھا کے بانی اعلیٰ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفۂ اعظم تھے۔ آپؒ جید عالمِ دین اور کثیر الفیضان شیخِ طریقت تھے۔ آپؒ نے لاہور، بمبئی اور حجازِ مقدس میں تعلیم حاصل کی۔ مقاماتِ مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور پھر پورے عالمِ اسلام کی سیاحت کی۔ ترکی کے عثمانی خلیفہ کے دربار سے "شیخ الاسلام" کا اعلیٰ ترین علمی خطاب پایا۔ آپؒ مجموعی طور پر اٹھارہ سال چار ماہ تک شب و روز اپنے شیخِ طریقت کی خدمت میں سیال شریف میں مقیم رہے۔ ایک بار آپؒ کے متعلق اعلیٰ حضرت خواجہ شمس العارفینؒ نے فرمایا:

"مولوی معظم الدین نہایت بلند ہمت انسان، حافظِ قرآن اور فاضلِ علوم ہیں۔ فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد وہ عبادت و ریاضت میں مشغول ہیں اور تا حال ان کے نفس کی سلامت روی مسلّم ہے۔" (۱)

سیال شریف میں قیام کے دوران دوسری خدمات کے علاوہ صاحبزادگانِ والاشان کی تعلیم و تدریس کا اہم فریضہ بھی آپؒ ہی کے سپرد تھا۔ سیال شریف کے دوسرے سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد دین سیالویؒ نے تصوف کی بلند پایہ کتابیں آپؒ سے سبقاً پڑھیں۔

۲۲ صفر ۱۳۰۰ھ کو اعلیٰ حضرت سیالویؒ کی رحلت ہوئی تو نمازِ جنازہ کی امامت کی سعادت

---

(۱) مرآۃ العاشقین: ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت سیالویؒ۔ اُردو ترجمہ از پروفیسر صاحبزادہ غلام نظام الدین المعارف لاہور۔

بھی آپؒ ہی کے حصے میں آئی۔

اپنے شیخِ برحق کے سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد دین سیالویؒ کے حکم پر آپؒ نے اپنے آبائی گاؤں "مرولہ" میں خانقاہ قائم کی اور ہدایتِ خلق میں مشغول ہو گئے۔ ۹ جمادی الثانی ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء کو آپ راہیِ عالمِ بالا ہوئے۔ اعلیٰ حضرت سیالویؒ کے خلیفۂ مجاز اور آپؒ کے جاں نثار رفیق حضرت قاضی غلام محی الدینؒ (کرڑ، ضلع خوشاب) نے آپؒ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اسی گاؤں میں آپؒ کی تدفین ہوئی۔

حضرت صاحبزادہ میاں عبداللہ سیالوی علیہ الرحمۃ نے یہ تاریخ کہی :

زتاریخِ وصالِ شان ہمین است
"معظم دین قطبِ اہلِ دین است"

۱۳۲۵ھ

اس علاقے میں دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے آپؒ نے جو مجاہدانہ کوششیں کیں ان سے متاثر ہو کر سابقہ حکومتِ پنجاب نے آپؒ کے آبائی گاؤں مرولہ کا نام آپؒ کے اسمِ گرامی کی نسبت سے معظم آباد رکھ دیا۔ اب معظم آباد، ضلع سرگودہا کا ایک اہم قصبہ ہے۔ یہاں لڑکوں اور لڑکیوں کے ہائی سکول، دو ہسپتال، واٹر سپلائی، پٹرول پمپ اور دو بینک کام کر رہے ہیں۔

حضرت خواجہ معظم الدینؒ کی وفات کے بعد آپؒ کے اکلوتے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد حسین معظمیؒ آٹھ برس کی عمر میں خانقاہِ معظمیہ کے دوسرے سربراہ بنے۔ آپؒ کے جوان ہونے تک حضرت قاضی محی الدین رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ کا نظم و نسق چلاتے رہے۔ فیروزپور (بھارت) کے مریدین کے مشورے سے امرتسر کے مشہورِ زمانہ معمار حافظ جمال الدین کو بلوا کر ایک عظیم الشان

Marfat.com

روضہ تعمیر کرایا گیا جو پانچ سال میں تکمیل کو پہنچا۔ چند سال پہلے اس قدیم روضے کی جگہ نیا روضہ تعمیر ہوا ہے۔

سابقہ جامع مسجدِ آستانہ، حجرے، مہمان خانہ، مطبخ، حرم سرا، کتب خانہ، بگھی خانہ، مویشیوں کی حویلی اور غلّے کا انبار اس دور کی اہم تعمیرات تھیں۔

حضرت خواجہ محمد حسین علیہ الرحمۃ نے اپنے زمانے کے اجلّ علمائے کرام سے تعلیم حاصل کی اور بہت کم عمری میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ آپؒ آستانہ عالیہ سیال شریف کے تیسرے سجادہ نشین اور تحریکِ خلافت کے مجاہدِ اعظم حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ کے اہم خلفاء میں سے تھے۔ آپؒ نہایت حسین و جمیل، خوش پوش، کریمُ الاخلاق، عمیمُ الاشفاق اور مستجاب الدعوات شیخِ طریقت تھے۔ مزاج میں حد درجے کا توکّل، اِستغناء اور دُنیا بیزاری تھی۔ زیادہ وقت عبادت و ریاضت میں گذارتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ بابرکات سے آپؒ کو والہانہ عقیدت و محبت تھی۔ تین بار اہل و عیال اور خدّام سمیت حج سے مشرّف ہوئے۔ ۲۶ رجادی الاوّل ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۲ء کو ایک مختصر لیکن درخشاں دورِ حیات گذار کر آپؒ انتقال فرما گئے۔ شیخ الاسلام حضرت خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالویؒ نے جنازہ پڑھایا۔ اعلیٰ حضرتؒ کے بائیں پہلو میں مشرقی جانب مدفون ہوئے۔

حضرت صاحبزادہ میاں عبداللہ سیالوی علیہ الرحمۃ نے یہ تاریخ کہی:

کجا رفت بی وقت آن نورِ عین؟

"خجستہ نژادی محمد حسین"

۱۳۶۰ھ

Marfat.com

حضرت خواجہ محمد حسینؒ کے تین صاحبزادے تھے؛

حضرت خواجہ حافظ غلام سدید الدین معظمیؒ، حضرت صاحبزادہ غلام جمال الدین معظمی مدظلہ اور حضرت صاحبزادہ غلام فخر الدین معظمی مدظلہ۔

آپؒ کی وفات کے بعد، آپؒ کے فرزندِ اکبر خواجہ غلام سدید الدین معظمیؒ خانقاہِ معظّمیہ کے تیسرے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

حضرت خواجہ حافظ علّامہ غلام سدید الدین معظمی رحمۃ اللہ علیہ ۲۸ جمادی الاوّل ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۹ء کو پیدا ہوئے۔ چونکہ آپؒ خانقاہِ معظّمیہ کی علمی و روحانی مسند کے وارث تھے، اس لیے آپؒ کی تعلیم و تربیت پر خاص توجّہ دی گئی۔ آپؒ کے والدِ گرامیؒ نے آپؒ کی ذات میں ایک عظیم اور مثالی کردار کی تشکیل و تعمیر کی ہر ممکن کوشش کی اور ملک کے جیّد اور نامور اساتذۂ کرام کو اپنی خانقاہ میں بلا کر آپؒ کو تمام مروّجہ عقلی و نقلی علوم کی تحصیل کے زرّیں مواقع بہم پہنچائے۔

آپؒ کی تعلیم کا سلسلہ ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۲ء سے شروع ہو کر ۱۳۶۱ھ/ ۱۹۴۲ء تک جاری رہا۔ آپؒ نے حافظ خان محمد کندوالیؒ اور حضرت قاضی غلام محی الدین سے قرآنِ پاک حفظ کیا۔ فارسی کی ابتدائی کتب حضرت مولانا نور محمد ملوالی ضلع اٹک سے پڑھیں۔ فارسی کی انتہائی اور عربی کی ابتدائی تعلیم کے لیے آپؒ نے حضرت مولانا خدا بخش صاحب مدظلّہ (کفری، ضلع خوشاب) کے سامنے زانوئے تلمّذ تہ کیا۔ نحو، فقہ، منطق، ریاضی، میراث اور مناظرہ میں آپؒ کے اُستاد علّامۃ العصر حضرت مولانا محمد دین بدھویؒ تھے۔ دورۂ حدیث کی تکمیل آپؒ نے حضرت مولانا سلطان محمود پپلانویؒ (فارغ التحصیل دار العلوم دیوبند) سے کی۔ ان تمام اساتذۂ کرام نے آپؒ کو خانقاہِ معظّمیہ میں رہ کر پڑھایا۔ مولانا پپلانویؒ نے آپؒ کو سندِ فضیلت عطا کی۔

Marfat.com

آپؒ کا عرصۂ تعلیم اکیس برس بنتا ہے جو حسنِ اتفاق سے حضرت خواجہ معظم الدین کے عرصۂ تعلیم کے برابر ہے۔ آپؒ کو فلسفہ و منطق اور دیگر عقلی علوم سے بے حد دلچسپی تھی۔ حتیٰ کہ زمانۂ طالب علمی میں آپؒ نے منطق کا نصاب دو بار پڑھا۔ منطق کی کتاب "حمد اللہ" اور فنِ مناظرہ کی کتاب "رشیدیہ" اپنی دلچسپی کے پیشِ نظر آپؒ نے تین تین بار سبقاً پڑھیں۔ علوم نقلی میں آپؒ کو سب سے زیادہ دلچسپی فقہ سے تھی۔ ادق عرفانی کتابوں کا بھی آپؒ نے بہت دقیق مطالعہ کیا تھا۔ منطق، فقہ اور تصوف میں آپؒ کی علمی فضیلتوں کا اعتراف آپؒ کے تمام معاصرین نے کیا ہے۔

دورانِ تعلیم ہی میں ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۲۳ء میں آپؒ کی شادی ہوگئی۔ دھریمہ ضلع سرگودھا کے حضرت مولانا تاج الدینؒ کی دخترِ نیک اختر سے آپؒ کا عقد ہوا۔ ان سے آپؒ کے چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ صاحبزادگان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

حضرت صاحبزادہ غلام حمید الدین معظمی مدظلہ العالی، حضرت صاحبزادہ محمد رفیع الدین معظمی مدظلہ، حضرت صاحبزادہ غلام نظام الدین صاحب اور صاحبزادہ محمد سمیع الدینؒ۔

صاحبزادہ محمد سمیع الدینؒ اوائلِ عمر ہی میں وفات پا گئے تھے۔ باقی تمام صاحبزادے اور صاحبزادیاں بخیر و خوبی صاحبِ خانہ و اولاد ہیں۔ آپؒ کی اہلیہ محترمہ آپؒ کی زندگی ہی میں ۷، فروری ۱۹۸۲ء اتوار کو انتقال فرما گئی تھیں۔ ①

---

① حضرتؒ کے چہلم پر تقسیم ہونے والے میرے تحریر کردہ پمفلٹ میں یہ تاریخ سہواً ۲۱، فروری ۱۹۸۲ء لکھی گئی ہے۔ میں اس غلطی پر معذرت خواہ ہوں۔ (معین نظامی)

Marfat.com

خانقاہِ معظمیہ کی مسندِ ارشاد سنبھالنے کے بعد وفات تک آپؒ ملک وملت اور مذہب ومشرب کی بے لوث خدمت میں سرگرمِ عمل رہے۔ آپؒ شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ کے خلیفۂ اعظم تھے اور ہر مذہبی وملی تحریک میں اپنے مرشدِ گرامی کے شانہ بشانہ حصہ لیتے رہے۔ تحریکِ پاکستان کے سلسلے میں آپؒ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ اس زمانے میں آپؒ شیخ الاسلام سیالویؒ کے ساتھ گاؤں گاؤں جاکر تحریکِ پاکستان کے حق میں ولولہ انگیز تقریریں کیا کرتے تھے۔ سرگودہا شہر میں آپؒ کی آتش بیانی کی یادیں ابھی تک جذبوں کو گرماتی ہیں۔ اس تاریخی انقلابی دور میں آپؒ نے ہر چیز سے بے نیاز ہو کر اپنے آپ کو تحریکِ پاکستان کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ آپؒ اپنے مرشدِ طریقت کی معیت میں قیدِ شب وروز کی پروا کیے بغیر تحریکی دورے کیا کرتے تھے، تقریریں کرتے اور لوگوں کو ذاتی طور پر قائل کرنے کی کوششیں بھی کیا کرتے تھے۔

تحریکِ ختمِ نبوّت کے سلسلے میں آپؒ کی خدمات ملی تاریخ کا سنہرا باب ہیں۔ ۱۹۷۰ء میں جب جمعیت العلمائے پاکستان کی مرکزی قیادت حضرت شیخ الاسلام سیالویؒ کے ہاتھ میں تھی تو اس وقت حضرت خواجہ حافظ غلام سدید الدین معظمیؒ ضلعی صدر کی حیثیت سے جمعیت کے کارکنوں میں سرِفہرست تھے۔ آپؒ نے بھی اپنے شیخِ معظمؒ کی طرح اپنے سارے وسائل جمعیت کے لیے وقف کر رکھے تھے۔ آپؒ نے پورے پاکستان کا طوفانی دورہ کیا اور جمعیت کے فنڈ سے کبھی ایک پیسہ بھی نہیں لیا۔ آپؒ اور آپؒ کے ساتھیوں کی شبانہ روز مخلصانہ کاوشوں سے اس الیکشن میں جمعیت العلمائے پاکستان ملک کی دوسری بڑی سیاسی جماعت بن کر سامنے آئی۔ گو آپؒ کی سیاسی زندگی مختصر تھی لیکن بے داغ، مثالی اور

Marfat.com

قابلِ تقلید تھی۔ بعد میں آپؒ عملاً سیاست سے کنارہ کش ہوگئے لیکن بالواسطہ طور پر ہمیشہ ملک میں اعلائے کلمۂ حق کے لیے سرگرم عمل رہے۔

گوناں گوں ملی و منصبی اور خاندانی مصروفیات کی وجہ سے آپؒ درس و تدریس کا باقاعدہ اہتمام نہ کر سکے۔ البتہ مختلف اوقات میں کئی طلبہ نے آپؒ سے استفادہ کیا۔ کچھ عرصہ آپؒ دارُالعُلُوم شمس الاسلام سیال شریف میں صدر مدرس کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ خانقاہِ معظمیہ میں بھی آپؒ نے کئی تشنگانِ علم کو فیضیاب کیا۔

آپؒ کے باقاعدہ شاگردوں میں چند اہم نام یہ ہیں :

- حضرت خواجہ غلام حمید الدّین صاحب مدظلّہ العالی سجادہ نشین سیال شریف، سینیٹر آف پاکستان۔
- حضرت صاحبزادہ غلام مجد الدّین صاحب جگر گوشۂ حضرت شیخ الاسلام سیالویؒ۔
- حضرت صاحبزادہ غلام نصیر الدّین صاحب سیالوی۔ ممبر پنجاب اسمبلی
- حضرت علّامہ صاحبزادہ عزیز احمد صاحب۔ سجادہ نشین آستانہ عالیہ مکان شریف، کفری ضلع خوشاب
- حضرت علّامہ محمد اشرف سیالوی۔ شیخ الحدیث دارُالعلوم سیال شریف۔
- حضرت مولانا صاحبزادہ محمد بشیر الدّین معظمی۔ جامعہ قمر العلوم۔ گجرات

اس کے علاوہ آپؒ کے تینوں صاحبزادگان نے بھی آپؒ سے اکتسابِ علم کیا۔ راقم الحروف کو بھی آپؒ سے نسبتِ تلمذ حاصل ہے۔ میں نے فارسی کا مکمل نصاب اور صرف، نحو، ادب، عربی، فقہ اور منطق کی ابتدائی کتابیں آپؒ سے پڑھیں۔ خاص طور پر میری فارسی تعلیم میں آپؒ بے پناہ

دلچسپی کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ مروّجہ فارسی نصاب کی اعلیٰ کتابیں پڑھاتے وقت آپؒ نے یہ التزام رکھا کہ مجھے کتاب کے مطالب و مفاہیم بھی فارسی ہی میں سمجھاتے تھے۔

آپؒ کے زمانۂ سجادگی میں خانقاہ نے ہر شعبے میں نمایاں ترقی کی۔ متعلقین و متوسلین کی تعداد میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ آپؒ خانقاہی مراجعین کی ذہنی و روحانی تربیت کا خصوصی اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ آپؒ جسمانی لحاظ سے شہ قد، شہ زور اور علمی و روحانی اعتبار سے بے مثال اور ممتاز تھے۔ عزّتِ نفس، خودداری، توکّل، اِستغنا، متانت، وقار اور خودشناسی آپؒ کے مزاج کے نمایاں خصائص تھے۔ آپؒ کی قلندرانہ زندگی درویشی کا کامل نمونہ تھی۔ نہایت عالی ہمّت، وسیع ظرف اور بلند حوصلہ تھے۔ سخاوت آپؒ کی فطرتِ ثانیہ تھی۔ کھُلے مکانوں اور کشادہ جگہوں کو دیکھ کر آپ بے حد خوش ہوتے۔ مہمانوں کی کثرت سے آپؒ کو روحانی مسرت ملتی اور ان کی خاطر تواضع میں باطنی آسائش نصیب ہوتی تھی۔ آپؒ مہمانوں کے آرام کا خاص خیال رکھا کرتے تھے۔

آپ کا ادبی ذوق نہایت اعلیٰ درجے کا تھا۔ عربی، فارسی، اُردو اور پنجابی کے سینکڑوں منتخب اشعار آپؒ کو ازبر تھے، جنہیں آپؒ اپنی تقاریر، مکتوبات اور گفتگو میں اکثر استعمال فرماتے۔ اس سلسلے میں ایک بار شاعرِ مزدور حضرت احسان دانش مرحوم نے مجھ سے کہا تھا کہ:

"مَیں اپنی زندگی میں بہت سے علماء و مشائخ سے ملا ہوں، مگر جو علمی و ادبی ذوق مَیں نے آپ کے جدِّ امجد میں دیکھا ہے وہ آجکل کے بہت ہی کم پیرزادوں میں نظر آتا ہے۔"

تصوّف کے اَسرار و رموز اور علمی دقائق و غوامض کے بیان میں آپؒ کو یدِ طُولیٰ حاصل تھا۔ تقریر سادہ لیکن مدلّل، پُرمغز اور دلچسپ ہوتی تھی۔ جو بات بیان فرماتے، ساتھ حوالہ ضرور

Marfat.com

دیتے تھے۔ گفتگو ہو یا تحریر و تقریر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسمِ گرامی پر آپؒ پر رقت طاری ہو جایا کرتی، یہاں تک کہ بعض اوقات شدتِ گریہ سے آپؒ کی ہچکی بندھ جاتی تھی۔

فطرت پرستی اور جمال پسندی آپؒ کی طبیعت کے عناصرِ ترکیبی میں شامل تھی۔ اچھے موسموں اور اچھے منظروں سے بے حد لطف اندوز ہوتے۔ وسیع المشربی میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ معاصر علماء و مشائخ اور دیگر مکاتبِ فکر کے اکابر کا نام ہمیشہ احترام سے لیتے تھے جو علماء اور مشائخ آپؒ سے ملنے خانقاہ میں آتے، آپ ان سے شایانِ شان انداز میں پیش آتے، اتنے خلوص اور احترام سے ان کی خدمت کرتے کہ وہ آپؒ کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔

غریب پروری آپؒ کی پہچان تھی۔ غریب عقیدتمندوں پر خصوصی شفقت فرمایا کرتے، ان کی دعوتیں خندہ پیشانی سے قبول کر لیتے اور ان کے دُکھ سُکھ میں ہمیشہ بڑے اہتمام سے شریک ہوتے تھے۔ رسول کریمؐ سے شرفِ ہموطنی کے اعزاز میں عرب صاحبان کا بہت احترام کرتے۔ جمعہ، عیدین اور اعراس پر عرب صاحبان تشریف لاتے تو ان کی مالی اعانت کبھی فراموش نہیں کرتے تھے۔

سیر و سیاحت کا بہت شوق تھا۔ آپؒ نے پاکستان کے ہر گوشے کی سیر کی۔ تقسیم سے پہلے حضرت شیخ الاسلام سیالویؒ کے ساتھ دہلی، اجمیر اور کشمیر بھی گئے۔ قیامِ پاکستان کے بعد مقاماتِ مقدسہ کی زیارت اور انڈیا میں مشائخ کے آستانوں کی حاضری کے لیے احباب کے ساتھ کئی بار پروگرام طے ہوا مگر اتفاق سے ہر بار کوئی نہ کوئی رکاوٹ پیدا ہو گئی اور ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔

سماع کا ذوق نہایت پاکیزہ تھا۔ مولانا جامی کی نعتوں، خواجہ حافظ، سعدی اور امیر خسرو

Marfat.com

کی غزلوں پر اکثر وجد ہو جاتا تھا۔ آپؒ کو دورانِ سماع دیکھنے والے احباب اس کیفیتِ خاص سے بخوبی آگاہ ہیں۔ پنجابی میں آپؒ کو خواجہ غلام فریدؒ کی کافیاں اور میاں محمد بخشؒ کی سیف الملوک بے حد پسند تھی۔ اُردو شعراء میں سے اصغر گونڈوی، جگر مراد آبادی، جوش اور فیض کا کلام سب سے زیادہ پسند تھا۔ جوش اور فیض کی منتخب غزلیں اکثر سنتے تھے۔ زندگی کے آخری تین ماہ میں آپؒ نے صرف کلامِ اقبالؒ کا مطالعہ کیا۔ فرماتے تھے کہ اقبالؒ کو جوانی میں بھی پڑھا تھا اور اپنے طور پر سمجھنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن جو لُطف اب آرہا ہے، وہ پہلے کبھی نہیں آتا تھا۔ ارمغانِ حجاز کے مطالعے کے دوران دیر دیر تک گریہ کرتے رہتے تھے۔ تمام معاصر علماء و مشائخ نے آپؒ کے اعلیٰ شعری ذوق، دانش و بصیرت، فہم و فراست اور تجربہ و حکمت کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

آپؒ اتباعِ شریعت کا خاص خیال رکھا کرتے تھے۔ معمولاتِ مشائخ کی پابندی کا بھی سخت اہتمام فرماتے۔ جب تک صحت ٹھیک رہی، مسجد میں جا کر با جماعت نماز ادا کرتے رہے۔ شدید بیماری میں بھی حتی الوسع نماز قضا نہیں ہونے دی۔ خواجگانِ چشتؒ کے مروّجہ اوراد و وظائف کے پابند تھے۔ آپؒ کا محبوب ترین وظیفہ درود شریف تھا۔ ضرورتمندوں کو اپنے ہاتھ سے تعویذ بھی لکھ کر دیا کرتے تھے۔ نظم و ضبط کی پابندی میں فوجیوں سے بھی زیادہ سخت تھے۔ سحر خیزی کا یہ عالم تھا کہ گرمی ہو یا سردی، چار بجے بیدار ہو جاتے۔ ہر کام وقت پر کرنے کے عادی تھے۔ صفائی اور نظافت پسند فرماتے۔ گرمیوں میں دن میں کئی کئی بار یخ پانی سے نہاتے اور سردیوں میں پیر، بدھ یا جمعرات، جمعہ کو۔ ہر جمعرات کو باقاعدگی سے حجامت بنواتے تھے۔

خانقاہِ معظّمیہ کی جامع مسجد میں خود جمعہ پڑھاتے۔ نیا چاند دیکھ کر بڑے اہتمام سے دُعائے خیر فرماتے۔ محرّم کا چاند دیکھ کر تمام اہلِ خانہ کو جمع کر کے "مرقع کلیمی" میں منقول دُعا پڑھاتے۔ بعد میں آپؒ کے حکم سے یہ دُعا لاؤڈ سپیکر پر پڑھی جانے لگی۔ اکثر صبح کی نماز کے بعد سفر کا آغاز کرتے تھے اور روانہ ہوتے وقت قبلہ رُو ہو کر بڑے خشوع و خضوع سے دُعا فرمایا کرتے تھے۔

وفات سے چار پانچ سال پہلے آپ عارضۂ قلب کا شکار ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر ملک سجّاد حسین صاحب (ایسوسی ایٹ پروفیسر یورالوجی، میو ہسپتال، لاہور) کے مشورے پر عمر ہسپتال، جیل روڈ لاہور میں پروفیسر ڈاکٹر عبدالحفیظ خان صاحب (پروفیسر کارڈیالوجی میو ہسپتال) کے زیرِ علاج رہے۔ آخر تک مہینے میں ایک آدھ بار معائنے کے لیے لاہور تشریف لے جاتے رہے۔ وفات سے ایک ماہ پہلے پھر شدید حملہ ہوا۔ تیرہ دن عمر ہسپتال میں داخل رہے۔ قدرے افاقہ ہوا تو ۱۷ فروری ۱۹۸۹ء جمعہ کو واپس مُعظّم آباد تشریف لائے۔ جہاں ۲۳ فروری ۱۹۸۹ء/ ۱۶ رجب ۱۴۰۹ھ جمعرات کو ساڑھے چار بجے شام اچانک آپؒ کا انتقال ہو گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

ریڈیو اور ٹی وی پر شام کی خبروں میں آپؒ کی وفات کی خبر دے دی گئی۔

اسی دن حضرت خواجہ حمید الدّین سیالوی مدظلہ العالی نے رات آٹھ بجے جنازہ پڑھایا۔ چونکہ دور دراز کے عقید تمندوں کی اکثریت شامل نہیں ہو سکی تھی لہٰذا اگلے دن ۲۴ فروری ۱۹۸۹ء کو صبح نو بجے دوسرا جنازہ ہوا جس کی امامت حضرت علامہ صاحبزادہ عزیز احمد صاحب سجّادہ نشین

Marfat.com

مکان شریف کفری نے کی۔ ساڑھے دس بجے حضرت خواجہ معظم الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی دائیں طرف، مغرب کی سمت میں آپ کی تدفین ہوئی۔

۲۵ فروری ۱۹۸۹ء ہفتہ کو نمازِ ظہر کے بعد تین بجے رسمِ قُل ہوئی جس میں علاقے کے علماء، مشائخ، معززین اور متوسلینِ آستانہ کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ حضرت سجادہ نشین صاحب سیالوی نے حضرت مغفور کے بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ غلام حمید الدین احمد معظمی مدظلہ کی دستار بندی فرما کر انہیں خانقاہِ معظمیہ کا چوتھا سجادہ نشین مقرر کیا۔ آستانہ عالیہ سیال شریف پر آپ کی دستار بندی اپنے والدِ بزرگوارؒ کی زندگی ہی میں ہو گئی تھی اور حضرتؒ نے اس کی تائید و توثیق بھی فرما دی تھی۔

حضرت صاحبزادہ غلام حمید الدین احمد معظمی ایک عالمِ باعمل شخصیت ہیں۔ دورِ طالب علمی میں آپ نے "ذکرِ مجتبیٰ" کے نام سے سیرۃ النبی کے موضوع پر ایک اُردو رسالہ بھی تالیف کیا تھا۔ تین بار حج کر چکے ہیں۔ دو سال مدینہ منورہ رہنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ نہایت باہمت اور وسیع ظرف انسان ہیں۔ علم و عمل کے پیکر اور سعادت و شرافت کے مظہر ہیں۔ بے حد عبادت گزار اور معمولاتِ مشائخ کے پابند ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی حیات و حسنات میں برکت عطا فرمائے (آمین)

آپؒ کے دوسرے صاحبزادے پروفیسر حضرت صاحبزادہ محمد رفیع الدین معظمی (ایم۔ اے اسلامیات، ایم۔ اے عربی گولڈ میڈلسٹ) ایک عالم و فاضل اور باکردار انسان ہیں۔ آپ عربی اور اسلامیات کے قابل اُستاد ہیں۔ شکل و صورت کے اعتبار سے بھی اپنے والدِ گرامی کا عکسِ جمیل ہیں اور سیرت و کردار کے لحاظ سے بھی ان کے مشابہ و مثیل ہیں۔ بھلوال میں قائم

Marfat.com

وزیر اکیڈمی کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے آپ تصوف و عرفان کے فروغ اور صحیح خانقاہی نظام کے احیاء کے لیے سرگرمِ عمل ہیں۔ خدا انہیں اپنے پاکیزہ ارادوں میں کامیاب و کامران کرے (آمین)

حضرت مغفور کے تیسرے صاحبزادے پروفیسر غلام نظام الدین صاحب (ایم اے فارسی، ایم۔اے اُردو) فارسی اور اُردو کے نغز گو شاعر اور کثیر التصانیف سکالر ہیں۔ "شاخِ گل" "چاندنی کا شہر"، "شعرِ ناب"، "ہو المعظم"، "دُرِ گوہر" اور "یوسف السدیدی" آپ کی اہم تصانیف ہیں۔ تصوف اور خانقاہی نظام کے سماجی اور معاشرتی پہلوؤں پر ان کے افکارِ بکر متجددانہ شان لیے ہوئے ہیں۔

خُدا اپنے حبیب مکرمؐ کے طفیل خانقاہِ معظمیہ کے فیضان کو جاری و ساری رکھے اور رشد و ہدایت کا یہ سلسلہ قیامت تک برقرار رہے۔ آمین بجاہِ سید المرسلینؐ!

❖❖❖

صُوفی خورشید عالم مخمور سدیدی۔ لاہور

قطعۂ تاریخِ ارتحال

سیدی و مُرشدی حضرت خواجہ حافظ غلام سدیدالدین معظمی علیہ الرحمۃ

خُسروِ مُلکِ جُنوں، فغفورِ عشق — ماہِ تابانِ شبِ دیجُورِ عشق
شاہبازِ لامکانِ اشتیاق — صاحبِ گنجینۂ موفُورِ عشق
جن کی محفل میں رہا کرتی سدا — گفتگو عُشّاق کی، مذکُورِ عشق
تذکرہ ہر دم زباں پر عشق کا — ہے بجا کہیے انہیں مسرورِ عشق
لب پہ آہیں اور دل آتش نصیب — ہر گھڑی رہتے تھے وہ رنجُورِ عشق
کثرتِ سوزِ دروں کے فیض سے — بن گئی تھی ذات اُن کی طُورِ عشق
آنکھ سے ہر دم رواں تھی جُوئے خوں — شعلہ زن تھا اُن کے دل میں نُورِ عشق
بادۂ اُلفت سے ہر دم چُور تھے — ہر گھڑی تھے محوِ وصلِ حُورِ عشق
عشق سے یک جان و یک قالب تھے یُوں — ہو گئے تھے ناظر و منظُورِ عشق
رستا تھا آہ و فغاں کے رُوپ میں — آپؒ کے دل میں جو تھا ناسُورِ عشق
ذکر ان کے شوق کا تھا شہر شہر — ذاتِ بابرکات تھی مشہُورِ عشق

Marfat.com

آپؒ سے روشن تھی شمعِ اشتیاق آپؒ نے پھونکا جہاں میں صُورِ عشق

جذبۂ عشق و محبت ہو عطا مُجھ کو بھی اے نازشِ منصُورِ عشق

واصلِ حق، داخلِ خلدِ بریں کردیا اللہ نے مغفُورِ عشق

ہم کو اے مخمورؔ گریاں چھوڑ کر

چل دیا "شیریں بیاں مخمُورِ عشق"

۱۹۸۹ء

❖❖❖

صوفی خورشید عالم مخمور سدیدی۔ لاہور

قطعۂ تاریخِ ارتحال

مُرشدی و مولائی حضرت خواجہ حافظ غلام سدید الدّین مُعظّمی

اک ولی، مردِ قلندر، باخُدا
عالمِ فانی سے رُخصت ہو گیا

چھوڑ کر دُنیائے دُوں کا غمکدہ
چل دیے ہیں سوئے بزمِ مصطفےٰ

آ بسی ہے گلشنِ جنّت کی بُو
ہو گیا ہے سارا مرقد مُشک زا

ہر دلِ طالب ہے غم سے مضمحل
ہر دلِ طالب میں ہے محشر بپا

رہروؤں کی رہنمائی کے لیے
اب کہاں سے لائیں اُن سا رہنما

مرضیِ حق پر سدا راضی رہے
خوگرِ تسلیم و پابندِ رضا!

عینِ صادق ہے کہوں ان کو اگر
فیض بخشِ اصفیاء و اولیاء

ہر گھڑی حاصل تھا اُن کو قُربِ حق
ہر گھڑی تھے محوِ دیدِ کبریا

ہنس کے خود تو حق سے واصل ہو گئے
کر گئے اوروں کو مصروفِ بکا

ذرّہ ذرّہ آج غم انگیز ہے
درد کی تصویر ہے ساری فضا

نُورِ رُخ سے کھیلتا آیا نظر
چہرۂ انور سے جب پردہ اُٹھا

Marfat.com

چشتیوں کو آج آتا ہے نظر سُونا سُونا گلستانِ چشتیاں
بُجھ گئی اک شمعِ عشق و عاشقی ہر طرف گہرا اندھیرا چھا گیا
روشنی کر کے جہانِ شوق میں چھپ گیا زیرِ زمیں شمسُ الہدیٰ
جو دُعا مانگی وہ حق نے کی قبول کس قدر تھے آپؒ مقبولُ الدُّعاء
تھے نشانی باصفا اسلاف کی اُن پہ نازاں تھا ہر اہلِ سلسلہ
موتِ عالِم، موت اک عالَم کی ہے دوستو! برحق ہے قولِ مصطفےٰؐ
لے گئے تشریف جب فردوس میں ہر طرف اُٹھی صدائے مرحبا
ان کے جانے سے دلِ مخمور پر چھا گئی ہے غم کی اِک کالی گھٹا

مصرعِ تاریخ درج ذیل ہے
"ساکنِ فردوس، فخرِ اولیاء"

۱۴۰۹ھ

❖❖❖

Marfat.com

صُوفی خورشید عالم مخمور سدیدی - لاہور

سب کو شرابِ عشق پلا کر چلا گیا

واحسرتا وہ مردِ قلندر چلا گیا
اشکِ رواں کا ایک سمندر چلا گیا

سر پر گرا کے رنج و محن کا کثیر بار
سینوں میں غم کی آگ لگا کر چلا گیا

دیکھو جسے وہ بحرِ الم میں غریق ہے
ماتم کی صف بچھا کے وہ گھر گھر چلا گیا

لاریب تھا وہ سوزِ دلِ عشق کا امام
ہاں سوختہ دلی کا پیمبر چلا گیا

رُخ پر نقاب ڈال کے کیا جانیں کس لیے؟
مخمور آج میرا وہ دلبر چلا گیا

پینے کو دستِ ناز سے جامِ مئے حیات
شاید وہ سوئے ساقیِ کوثرؐ چلا گیا

دُنیائے دوں سے پھیر کے اپنا رُخِ جمیل
فردوس میں وہ اوڑھ کے چادر چلا گیا

روشن تھا جس سے عالمِ عُشاق کا چراغ
وہ ماہ رُخ، وہ نُور کا پیکر چلا گیا

ہم پتھروں سے پھوڑ کے سر کو، تمام عمر
گویا خذف کدے کا وہ گوہر چلا گیا

پیرِ مُغانِ میکدۂ ساقیِ حجازؐ
سب کو شرابِ عشق پلا کر چلا گیا

اپنی مہک سے کر کے زمانے کو مُشک بیز
باغِ جہاں سے آج گُلِ تر چلا گیا

کر کے قتیلِ ہجر و رہینِ الم ہمیں
دل پر چلا کے غم کا وہ خنجر چلا گیا

Marfat.com

ایسا جمیل، ایسا حسیں، ایسا خوبرُو　　کیوں کر کہوں کہ خاک کے اندر چلا گیا

درسِ جنوں وہ دے گیا ہر شیخ و شاب کو　　کر کے اسیرِ زُلفِ معنبر چلا گیا

سیراب ہو کے آیا مئے ذوق و شوق سے　　جو تشنہ لب بھی آپ کے در پر چلا گیا

نازاں تھا جس پہ عشق و محبت کا سوز و ساز　　وہ چشمِ تر کا لے کے سمندر چلا گیا

سوزِ دروں سے آنکھ رہی اس کی اشکبار　　دامن کو صبح و شام بھگو کر چلا گیا

آنکھوں کو دے گیا ہے وہ ساون کی بارشیں　　دل میں چبھو کے درد کے نشتر چلا گیا

شوقِ وصالِ ذاتِ الٰہی کے فیض سے　　اِک آن میں وہ اللہ اکبر چلا گیا

مخمورؔ جو تھا بادۂ وحدت کے جام سے
وہ میکشوں کو مست بنا کر چلا گیا

❖❖❖

Marfat.com

صوفی خورشید عالم مخمور سدیدی ۔ لاہور

آنکھ سے اوجھل ہونے والے نقشِ قدم کی بات کرو

سیّدی و مولائی حضرت خواجہ سدید الدین معظمی قدس سرہ العزیز کے وصال کے ٹھیک ایک ماہ بعد ۲۳ ۔ مارچ ۱۹۸۹ء کو شاہی قلعہ لاہور میں بڑی دُھوم دھام سے جشنِ بہاراں منایا گیا، جس میں بڑے بڑے گلوکاروں نے شرکت کی ۔ اس موقع پر دلِ غمزدہ و سوگوار کے احساسات و جذبات نے ان اشعار کا رُوپ دھار لیا :

لالہ و گُل کا ذکر نہ چھیڑو، رنج و اَلَم کی بات کرو
ہم سے ساجن روٹھ گئے ہیں ہم سے غم کی بات کرو

پھول، ستارے، شبنم، غُنچے سے دلچسپی ہو گی تُمہیں
میرے ساتھ تو اے دل والو! دیدۂ نم کی بات کرو

میرے آگے ذکر نہ چھیڑو پھُولوں اور بہاروں کا
موت نے جو ڈھایا ہے ہم پر ایسے ستم کی بات کرو

سُنبل و ریحان کے افسانے مَیں نے کب سے ترک کیے
مجھ سے تو اب زُلفِ دوتا کے پیچ و خَم کی بات کرو

ذکر کرو کچھ اُس کے نگر کا، اجلی راہگزاروں کا
آنکھ سے اوجھل ہونے والے نقشِ قدم کی بات کرو

اُس کے بغیر اب زندہ رہنا سب سے بڑی کم ظرفی ہے
آبِ حیات پلانے والو! ساغرِ سَم کی بات کرو

ایسا جینا کیا جینا ہے جو بِن یار کے جینا ہو
اب ہم فرقت کے ماروں سے مُلکِ عدم کی بات کرو

ہم ٹھہرے درویش ہمارا اس دُنیا سے مطلب کیا؟
لوگو! جاہ و حَشَم والوں سے جاہ و حَشَم کی بات کرو

رُوٹھ گیا ہے جب سے ساقی، ترک کیا مَینوشی کو
ہم سے اب مت مَیخوارو تُم جامِ جم کی بات کرو

اہلِ نظر کو زخمِ جگر ہی جان سے پیارے لگتے ہیں
ان سے تُم اے نادان طبیبو! مت مرہم کی بات کرو

جس کے عدم کو جانے سے تاریک ہوا ہے مَن کا جہاں
اے مخمور اُس ماہِ عرب، اُس مہرِ عجم کی بات کرو

ہم نے ناطہ توڑ لیا ہے شعر و سخن کی محفل سے
اور کسی سے جا کر تُم اب لوح و قلم کی بات کرو

میرے دل میں دبی چنگاری مجھ سے تقاضا کرتی ہے
اے مخمور! درو دیوارِ صحنِ حرم کی بات کرو

✤✤✤✤

ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی "رہا"
مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان۔ اسلام آباد

قطعۂ مادّہ تاریخ

درگذشتِ مرحوم مغفور جنّت مکان خواجہ غلام سدید الدّین معظمی چشتی نظامی

کہ در تاریخ ۱۶ رجب المرجّب ۱۴۰۹ ہجری قمری برابر با ۲۳ فوریہ ۱۹۸۹ء و مطابق با

۴ اسفندماہ ۱۳۶۷ ہجری شمسی بہ رحمتِ ایزدی پیوست۔ رحمۃ اللّٰہ علیہ رحمۃً واسعۃً

مردِ دانای دین "سدید الدّین" — خواجہ، حافظ، غلامِ مُلکِ یقین
سُوی جنّت روان شد آن خواجہ — ہمنشین گشتہ با "مُعین الدّین"
نسبت از چشتیِ نظامی داشت — گلشنِ چشتیان ازو رنگین
بلبلِ باغِ عشق و عرفان بود — فارسی گو سخنورِ گلچین
زندہ دل بود و عارفِ آگاہ — عارفان از بیانِ اُو خوش بین
خوشنویسِ اجل "سدیدی" بود — از مریدانِ آن بزرگِ دین
پورِ پاکش "مُعین نظامی" شد — فارسی دان بُود چو ماہِ مَعین
فارسی شد زبانِ دل، ای جان! — دل بُود جایگاہِ حِصنِ حصین
خاکِ پاکش "مُعظّم آباد" — خوش بود خاکِ او بہ ارضِ یقین

"خانقاهِ معظّمی" گشته　　مدفنِ حضرتِ "سدیدالدّین"

رحمتِ حق بر او بُوَد هردم　　جایگاهش بود بهشتِ برین

با حُرُوفِ جُمَل سخنگو گفت　　سالِ فوتش به سُنّتِ دیرین

"اخترِ خاندانِ سدید" آمد　　همچو خورشیدِ آسمانِ زرّین

۱۹۸۹ م

"ریختهٔ کلکِ سدید" تاریخ است　　سالِ خورشیدی از بیانِ متین

۱۳۶۷ ه‍ ش

"اخترِ صبحگاهِ سدید" آمد　　سالِ هجری به اوجِ علّیّین

۱۴۰۹ ه‍ ق

ای خدای بزرگ و بی همتا　　رحمتی کن بر این دلِ غمگین

این "رها" خادمِ مسلمانان

دلِ او بستهٔ کلامِ مُبین

❖❖❖

صاحبزادہ فیض الامین فاروقی سیالوی
مونیاں شریف (ضلع گجرات)

"تاریخِ رحلت صاحبِ حال" (۱۹۸۹ء)

"شانِ معظّم آباد" (۱۴۰۹ھ)

"عزّت مآب خواجہ سدید الدّین صاحبؒ" (۱۴۰۹ھ)

"بحرِ فیض خواجہ سدید الدّین صاحبؒ" (۱۹۸۹ء)

"فیاضِ دہر خواجہ سدید الدّین صاحب" (۱۹۸۹ء)

آن سدید الدّین محبِّ مصطفٰےؐ
مظہرِ حق، مخزنِ جُود و سخا

آن نشاط و رونقِ بزمِ کہن
در فضائل بود تنہا انجمن

در "مرولہ" یادگارِ چشتیاں
ماہتابِ مطلعِ عرفانیاں

من چہ گویم وصفِ آن عالی صفات
نیک صورت، نیک سیرت، نیک ذات

فیضیاب از خواجہ قمر الدّین سیالؒ
قطبِ عالم، رہبرِ اہلِ کمال

در جہان سرتاجِ جملہ عالمان
ناطقِ حق، کاشفِ رمزِ نہان

Marfat.com

قاسمِ انوارِ شیخِ کاملان
رفته ای در کاخِ جنّت ناگهان

بر وصالِ عارفِ عالی مقام
زار و نالان بندگانِ خاص و عام

"حافظ و ناصر" که عمرِ او "جلیل"
۶ ۳ ۱۲ ھ ۴۳ ۷
درمیانِ اصفیاء شمعِ جمیل

از طفیلِ حضرتِ خیرالوریٰ
ابرِ صد رحمت ببارد کبریا

سالِ ترحیلِ امامِ عارفان
"کشتۂ الفت سدیدالدّین" بدان
۹ ۰ ۴ ۱ ھ

❖❖❖

شعیب شاہد (ایم۔اے فارسی)
صدر سٹوڈنٹس یونین، اورینٹل کالج لاہور

خواجہ سدیدالدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر!

ایک صدی کا تین چوتھائی اس پتھر کے نیچے
کتنے موسم، کتنے منظر، کتنے لمحے، کتنی گھڑیاں
کتنی صُبحیں، کتنی شامیں!
لاکھوں روتی دھوتی آنکھیں، لاکھوں دل افگار
ایک عظیم روایت دفن ہے اِس مٹّی کے اندر
جس مٹّی میں رچی بسی ہے پھُولوں کی مہکار
شہد، شراب اور دُودھ کی نہریں اس پردے کے پار
اُونچے اونچے محل کہ جن میں خدمت کو تیار
لاکھوں خدمتگار
اُس دُنیا میں ہر جانب ہیں دُھلے دُھلے اشجار
کھِلے کھِلے گُلزار

Marfat.com

طرح طرح کے پھل اور میوے، ہیروں کے انبار
اور اس دُنیا کا مالک وہ مردِ باکردار
حق کی خاطر کٹ مرنے کو ہر لحظہ تیار
نگر نگر میں جس نے بانٹا سچے دل کا پیار
اور پھر آخر کار
موت اور زیست کے لمبے پُل کو کر گیا ایک ہی سانس میں پار
موت کے مُنہ میں اپنے عہد کا سب سے بڑا شکار!

❖❖❖

Marfat.com

مُعین نظامی
خانقاہِ مُعظّمیہ، مُعظّم آباد۔ ضلع سرگودھا

مرا ای کاشکی می بُرد ہمراہ!

سدیدُ الحقّ و الدّین طاب مثواہ
ازین دُنیا سفر کردہ است، صد آہ
بہ عمرِ چہل و سی و سہ ازین دشت
بہ سُوی باغِ جنّت رفت ناگاہ
بہ اوجِ آسمانِ عشق و عرفان
جمالش بُود چون خورشید و چون ماہ
دعای رحمتش ذکرِ شبانہ
ثنای نعمتش وردِ سحرگاہ
بدُونِ اُو چگُونہ زندہ مانم
مرا ای کاشکی می بُرد ہمراہ

❖❖❖❖

Marfat.com

مُعین نظامی
مُعظم آباد، ضلع سرگودہا

بابا چگونہ ای؟

اَی پادشاہِ کشورِ دلہا چگونہ ای؟
زینجا چو رَخت بستہ ای، آنجا چگونہ ای؟
ما بی تُو مُبتلایِ غم و رنج و محنتیم
لُطفی کُن و بگوی، تو بی ما چگونہ ای؟
چون شمعِ جَمع بودہ ای در طولِ عمرِ خویش
ای جانِ ما فدایِ تو! حالا چگونہ ای؟
دل اشک می فشاند و جان گریہ می کُنَد
چون فکر می کُنیم کہ تنہا چگونہ ای!
می خواہم از خدای کہ بینم رُخِ تُرا
بینم بہ چشمِ خویش کہ بابا چگونہ ای؟

❖❖❖

Marfat.com

معین نظامی

"بحرِ ازل میں چشمۂ آبِ رواں گیا"

دل اُس کو ڈھونڈتا ہے، نجانے کہاں گیا
خُوشبو تھا وہ، ورائے زمان و مکاں گیا

دل کو خبر نہیں تھی کہ غارت ہُوا چمن
دل تو سمجھ رہا تھا کہ دورِ خزاں گیا

اِس ریگزارِ کرب و بلائے حیات میں
دل ایک بار پھر سرِ نوکِ سناں گیا

شیرازۂ خیال ہوا ہے وَرَق وَرَق
اندیشۂ تَوازنِ سُود و زیاں گیا

اب سومناتِ نَفس کے بُت پاش پاش ہیں
خواہش کا وہ طِلسمِ چُنین و چُناں گیا

فکر و نَظَر پہ قید ہے، جذبوں پہ قحط ہے
وہ لَذّتِ یقیں گئی، کیفِ گُماں گیا

اہلِ نظر کا صَبر لُٹا، ہوش چھن گئے
رندانِ پاکباز کا آرامِ جاں گیا

سب لوگ مُضطرب ہیں اُداس وملُول ہیں
مغموم ہیں کہ مُرشدِ پیر و جواں گیا

پیمانے سرنگوں ہیں خُمستانِ عشق کے
روتے ہیں بادہ خوار کہ پیرِ مُغاں گیا

دُنیائے معرفت میں قیامت کا ہے سماں
مُلکِ عَدَم کو آج وہ قُطبِ زماں گیا

اب کیا علاج تشنگیِ جسم و جاں کا ہو
بحرِ ازل میں چشمۂ آبِ رواں گیا

کِس کی سخاوتوں سے بھریں دامنِ مراد
وہ حاتمِ زمانہ، وہ شاہِ جہاں گیا

اُس چشمِ اشکبار کو ڈھونڈیں کہاں سے ہم
وہ جانِ ذوق وشوق، وہ قلبِ تپاں گیا

آنسو سراب تھے نہ وہ آہیں فسانہ تھیں
وہ زخم مندمل ہوا؟ سوزِ نہاں گیا؟

اب کس کی بارگاہ سے دادِ سُخن ملے
میرے سُخن شناس ! وہ حُسنِ بیان گیا

اے ربِّ کائنات وہ کیسا دیار ہے
اُس کی خبر نہ مل سکی جو بھی وہاں گیا

اس دشتِ بیکسی میں ہمیں چھوڑ کر مُعینؔ
تنہا وہ کس لیے سُوئے باغِ جناں گیا

❖❖❖

Marfat.com

تحریر : مولوی محمد اقبال سدیدی

انوارِ سدیہؒ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ بندہ حقیر پُرتقصیر محمد اقبال سدیدی بن میاں محمد علی صاحب نے اپنے پیرو مرشد شیخِ معظم خواجہ غلام سدید الدین معظمی قدس سرہ العزیز کے کچھ منتخب ملفوظات قلم بند کیے ہیں تاکہ طالبانِ طریقت و سالکانِ راہِ ہدایت حضرت شیخؒ کے کلماتِ قدسیہ کے مطالعے سے سعادتِ دارین حاصل کریں۔

بندہ نے باوجود قلتِ بضاعت اور عدم استطاعت متوکلاً علی اللہ ورسولہٖ اس بحرِ معانی کو حروف کے قالب میں ڈھال کر دریا کو کوزے میں سمونے کی اپنی سی کوشش کی ہے :

اَلسَّعْیُ مِنِّیْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْم

اُمید ہے یارانِ طریقت و صاحبانِ معرفت میری لغزشوں سے صرفِ نظر فرمائیں گے اور مجھے اور میرے والدین کو دعاؤں سے سرفراز کریں گے۔

Marfat.com

✤ شہرت سے بیزاری

میرے شیخ معظم رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے بڑی خصوصیت جو آجکل کے علمائے کرام اور مشائخ عظام میں بہت کم نظر آتی ہے، شہرت سے بیزاری تھی۔ آپؒ کو اپنا پرچار پسند نہیں تھا۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ شہرت جتنی زیادہ ہو جائے، ایمان کے لیے خطرات اُتنے ہی بڑھ جاتے ہیں۔

میں وقتاً فوقتاً آپؒ کی خدمت میں عریضہ لکھ کر مختلف دینی و روحانی مسائل دریافت کرتا رہتا تھا۔ پیر بھائی حضرات جانتے ہیں کہ آپؒ خط کا جواب کتنی حیرت انگیز پابندی سے دیا کرتے تھے۔ جب میرے پاس آپؒ کے کچھ مکتوبات جمع ہو گئے تو میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کیوں نہ انہیں جمع کر کے شائع کرا دیا جائے تاکہ تمام متعلقینِ آستانہ اور سارے رہروانِ طریقت اس مجموعۂ مکتوبات سے استفادہ کر سکیں۔

۲۵ جنوری ۱۹۸۹ء کو میں خانقاہِ معظمیہ معظم آباد شریف میں آپؒ کی زیارت سے مشرف ہوا تو دل کی یہ دیرینہ تمنا تڑپ کر ہونٹوں پر آ گئی اور میں نے آپؒ سے ان مکتوبات کی ترتیب و تدوین اور اشاعت کی اجازت چاہی۔

آپؒ اس وقت کیف کی ایک خاص کیفیت میں تھے۔ آپؒ نے میری بات سُن کر فرمایا:

"چھوڑو اقبال! یہ سب شعبدہ بازی ہے۔"

Marfat.com

✧ تلاوتِ قرآنِ کریم

ایک مرتبہ آپؒ نے فرمایا:

"جوانی میں مجھے اتنی نکسیر آیا کرتی تھی اور اتنا خون ضائع ہو جاتا تھا کہ اگر کوئی معمولی قوتِ ارادی کا آدمی ہوتا تو یقیناً اس کی موت واقع ہو جاتی جب نکسیر شروع ہوتی تو مَیں نلکے کے نیچے بیٹھ جاتا اور کوئی ساتھی نلکا چلاتا رہتا۔ اسی عالم میں کئی کئی گھنٹے بیت جاتے۔ مَیں اس دوران ہاتھ پانی سے باہر کر کے قرآن شریف کھول کر تلاوت کرتا رہتا تھا۔"

✧ مہمان نوازی

میرے مرشدِ مکرّمؒ کی مہمان نوازی کی شان نرالی تھی۔ مہمانوں کو دیکھ کر آپؒ بچوں کی طرح خوش ہو جایا کرتے تھے اور ان کی خاطر تواضع میں کوئی کمی نہیں چھوڑتے تھے۔ فرماتے تھے: "مہمان خدا کی رحمت ہوتے ہیں اور مہمان اپنے حصے کا رزق اپنے ساتھ لے کر آتا ہے جس گھر میں مہمان آتے جاتے رہیں وہ گھر خدا کی برکتوں کا مرکز بنا رہتا ہے۔"

آستانہ عالیہ معظّمیہ پر حاضر ہونے والے احباب جانتے ہیں کہ آپؒ شدید گرمی میں بھی دن بھر برآمدے میں موجود رہتے تھے اور قیلولہ بھی وہیں فرمایا کرتے۔ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ مَیں کمرے میں اس لئے ڈیرہ نہیں ڈالتا کہ دُور دُور سے آنے والے مہمانوں کو کوئی پریشانی نہ ہو۔ حضرت صاحبزادہ غلام نظام الدین صاحب نے بڑا اصرار کر کے آپؒ کے آرام کے لیے حجرۂ خاص میں ایئر کنڈیشنر لگوایا مگر اس کے استعمال کی نوبت بہت ہی کم

Marfat.com

بلکہ شاید بالکل ہی نہیں آئی۔

آپؒ کہا کرتے تھے کہ پیر بھائیوں کی خدمت بہت بڑی عبادت ہے اور صاحبِ سجادہ کو خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاس کا مصداق ہونا چاہیئے۔

کئی بار اجتماعی موقعوں پر یہ دیکھنے میں آیا کہ لوگوں کے بے پناہ ہجوم میں گھر کر بھی آپؒ نے اضطراب کا اظہار نہیں فرمایا اور نہایت مشفقانہ انداز میں سب سے ملتے رہے۔ بلکہ اگر کوئی خادم سائلین کو روکنے لگتا تو آپؒ اسے منع کر دیتے اور فرماتے:

"تمہیں پتہ ہے یہ لوگ کس کے مہمان ہیں؟ یہ اللہ کے مہمان ہیں، یہ ساقیِ کوثرؐ کے مہمان ہیں، یہ میرے دادا حضرت خواجہ محمد معظم الدّین رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان ہیں انہیں کچھ نہ کہو!"

آپؒ کی خدمت میں اہلِ علم وفضل، اہلِ سلوک اور اہلِ دُنیا ہر طرح کے لوگ آتے اور اپنی اپنی مرادیں پاتے تھے۔ آپؒ ہر ایک سے بڑی خندہ پیشانی سے ملتے، مزاج پُرسی کرتے اور پھر مدعا پُوچھ کر حاجت برآری فرماتے۔ جس سطح کا آدمی ہوتا، اُس کے ساتھ اُسی طرح کی گفتگو فرماتے۔ حکیموں سے ادویات کے مزاج اور تاثیر پر باتیں ہوتیں، شاعروں سے شعروادب کی گفتگو ہوتی، سالکوں کی تربیت کے لیے مسائلِ تصوّف بیان کرتے اور زمینداروں سے کھیتی باڑی کے موضوع پر باتیں فرماتے۔ اس کے باوجود جتنا رعب اور جتنی ہیبت آپؒ کی تھی اتنی شاید ہی کسی میں ہو:

ہیبتِ این مردِ صاحب دلق نیست
ہیبتِ حق است این، از خلق نیست

Marfat.com

❖ آدابِ محفل

آپؒ حاضرین کی تربیت کے لیے آدابِ محفل کا خاص خیال رکھتے تھے محفل میں کوئی عالمِ دین، سیّدزادہ یا بزرگ موجود ہوتا تو دوسروں کو اس کی طرف پُشت کرکے بیٹھنے سے منع فرماتے تھے۔ اسی طرح آدابِ گفتگو کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔

ایک بار میں نے آپؒ کی خدمت میں کچھ عرض کیا۔ میری آواز ضرورت سے زیادہ دھیمی تھی۔ آپؒ نے فرمایا "تم اچھے فوجیوں کے امام ہو!"

پھر فرمایا:

"بات اتنی زیادہ اونچی آواز میں بھی نہیں کرنی چاہیے کہ کانوں کے پردے پھٹ جائیں اور اتنی آہستگی سے بھی نہیں کہ کچھ پلّے ہی نہ پڑے بلکہ اس میں اعتدال مناسب ہے"

"خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا"

❖ کالے جُوتے پہننے سے ممانعت

ایک مرتبہ مَیں بہاولپور سے آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؒ حسبِ معمول اس شفقت سے ملے کہ سفر کی ساری کوفت اور تھکن زائل ہوگئی۔ مَیں ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے نیچے چٹائی پر بیٹھنے لگا تو آپؒ نے دو تین بار مجھے کرسی پر بیٹھنے کا حکم دیا نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

"اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَب"

یعنی ادب کے مقابلے میں حکم کی تعمیل ضروری ہے۔

میں کرسی پر بیٹھ گیا۔ آپؒ کافی دیر ارشاداتِ عالیہ سے مستفیض فرماتے رہے۔

جب واپسی کی اجازت لے کر قدمبوسی کی تو آپؒ نے فرمایا :

"اقبال! یہ کالے جُوتے فوجی مجبوری ہیں یا اپنی مرضی سے خریدے ہیں"؟

میں نے عرض کیا :

"یا حضرت! فوجی مجبوری تو کوئی نہیں"!

اس پر آپؒ نے فرمایا کہ" کالے جُوتے نہیں پہننے چاہییں۔ اس سے غم واندوہ لاحق ہوتا ہے اور کالی کملی والےؐ کی نسبت سے بھی یہ بے ادبی کے زُمرے میں داخل ہے"۔

✤ مزاح

آپؒ کی حسِ مزاح بہت لطیف ونفیس تھی۔ حاضرین کے ساتھ اکثر شگفتہ باتیں کیا کرتے تھے۔ آپؒ کا مزاح ہمیشہ ہلکا پھلکا ہوتا اور اس سے کسی کی دلآزاری نہیں ہوتی تھی۔

ایک بار میں چھٹی پر گیا تو اپنے سُسرال موضع ماڑی تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا سے ہو کر آستان شریف پر حاضر ہوا۔ حضورؒ کی قدمبوسی کی تو آپؒ نے شفقت سے پوچھا "کب آئے ہو"؟ میں نے عرض کی" دو تین دن ہو گئے ہیں"۔ آپؒ نے پوچھا "کہاں رہے"؟ عرض کی "ماڑی" تو مُسکرا کر فرمایا :

" اچھا تو تم پہلے مجازی خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہو، پھر ہمارے پاس آتے ہو"۔

Marfat.com

❖ مقامِ شیخ

ایک بار محفل میں ارشاد فرمایا :

"شیخِ کامل کی ذاتِ پاک سے محبت و عقیدت ہی دراصل متاعِ ایمان ہے۔"

پھر فرمایا :

"حضرت خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ (پاکپتن شریف) فرماتے تھے کہ اگر قیامت کے دن خدا نے میرے پیر خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی شکل میں مجھے دیدار نہ کرایا تو مَیں اس کے جلوۂ جمال سے محروم رہنے کو ترجیح دوں گا۔"

❖ انقباض و کشائش

ایک مرتبہ مَیں نے آپؒ کی خدمتِ اقدس میں اپنی کیفیتِ قلبی پیش کی اور کہا کہ میری کیفیت یہ ہے کہ کسی وقت تو بیزاری اور گھٹن کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اپنے آپ سے بھی نفرت ہو جاتی ہے اور کسی وقت فرحت و سرور کا یہ عالم ہوتا ہے کہ جو حدِ بیان میں ہی نہیں آسکتا۔

آپؒ نے فرمایا :

"دل خُدا کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اس کا انقباض و کشائش اسی کی مشیت سے وابستہ ہے، فرمانِ خداوندی ہے :

وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُطُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ"

Marfat.com

پھر فرمایا کہ "دن میں سو مرتبہ "یَا فَعَّالُ" پڑھا کرو۔ اس اُکتا دینے والی کیفیت سے نجات مل جائے گی اور اللہ تعالیٰ دل میں احساسِ مسرت کو مستقل فرما دے گا۔"

❖ دو نصیحتیں

ایک بار آپؒ ٹانگو والی تشریف لائے اور صالح محمد حجام کے گھر میں ٹھہرے۔ ٹانگو والی میں آپؒ جب بھی آتے، صالح محمدؔ ہی کے ہاں قیام فرماتے، دوسرے پیر بھائیوں کے ہاں بہت کم شب باش ہوتے۔ صالح محمدؔ نہایت مخلص پیر بھائی ہے اور آستان شریف پر اعراس اور دیگر تقریبات میں کھانا تیار کرنے کا انچارج ہے۔

میں زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ آپؒ چارپائی پر نیم دراز تھے۔ میں حصولِ ثواب کی نیت سے آپؒ کے پاؤں دبانے لگا۔

آپؒ نے فرمایا:

"اقبال! آج میں تمہیں دو نصیحتیں کرتا ہوں، انہیں پلّے باندھ لو اور زندگی بھر ان پر عمل کرتے رہو۔

پہلی نصیحت یہ ہے کہ دو کتابوں کے مطالعے کو دائمی معمول بنا لو۔ ایک کیمیائے سعادت جو امام غزالیؒ کی تصنیف ہے (بدقسمتی سے دوسری کتاب کا نام میں بھول گیا ہوں۔)

دوسری نصیحت یہ ہے کہ عشاء کے وقت نمازِ وتر سے پہلے دو نفل پڑھا کرو۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد دس بار قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد پڑھو۔ سلام پھیرنے کے بعد

Marfat.com

ستّر مرتبہ "یَا وَهَّابُ" کا ورد کرو اور پھر صدق و اخلاص سے بارگاہِ الٰہی میں دستِ دُعا پھیلا دو۔ شرط یہ ہے کہ یہ معمول کبھی قضا نہ ہو"!

❖ مومن خُدا کے نُور سے دیکھتا ہے

غالباً ۱۹۸۶ء میں آپؒ علیل ہوئے۔ مَیں مزاج پُرسی کے لیے بروقت حاضر نہ ہو سکا۔ کچھ عرصہ بعد حاضرِ خدمت ہوا تو آپؒ نے فرمایا: "اقبال! تُم اب آئے ہو؟" مجھے قطعاً یہ توقع نہیں تھی کہ آپؒ کو میری غیر حاضری یاد ہو گی۔ مَیں نے عذر خواہی کے لیے زبان کھولی تو آپؒ نے کہا: "ہمارے اندر شیشہ ہے۔"

یعنی اس بارگاہ میں عذر نہیں چلتے۔ اس دن مجھے "اَلْمُؤْمِنُ مَرْآةُ الْمُؤْمِنِ" اور "اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ" کے صحیح مفہوم کا پتہ چلا۔

❖ درسِ عمل

مجھے فارغ التحصیل ہو کر کافی عرصہ بے روزگار رہنا پڑا۔ ناسازگاریِ حالات سے مجبور ہو کر میں نے ترکِ دُنیا کی ٹھان لی اور حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ مَیں کاروبارِ زندگی سے اُکتا گیا ہوں، مَیں نے ترکِ علائق کا فیصلہ کر لیا ہے اور اب دل یہی چاہتا ہے کہ بس آپؒ کے قدموں میں بیٹھا رہوں اور یہیں ساری زندگی گذار دوں۔ کافی عرصے سے روزگار کی تلاش میں ہوں۔ رزقِ حلال کا حصول ناممکن نظر آ رہا ہے۔ والدین پر بارِ گراں ہوں۔ اب آپؒ ہی کے در کا آسرا ہے۔

Marfat.com

آپؒ نے میری تمام باتیں نہایت تحمّل اور توجّہ سے سُنیں. پھر شفقت و محبّت سے بھرپور لہجے میں فرمایا: "ترکِ دُنیا ان معنوں میں قطعاً مستحسن نہیں، جن معنوں میں تمُ کہہ رہے ہو. عہدِ رسالت کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں. اپنے فرائض اور حقوق العبادؔ کو نظر انداز کر کے عبادات میں مشغول رہنا قطعاً زیبا نہیں. جب رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاصؓ کے بارے میں پتہ چلا کہ وہ بنیادی حقوقِ زندگی سے غفلت کے مرتکب ہو رہے ہیں تو آپؐ نے انہیں نصیحت کی:

"فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا" یعنی تیرے جسم کا بھی تجھ پر کچھ حق ہے، اسی طرح تیری آنکھوں کا بھی تُجھ پر حق ہے اور تیری بیوی کے حقوق بھی تیرے ذمّے ہیں."

پھر آپؒ نے فرمایا: "اقبال یہ تمہارا اپنا گھر ہے، تم یہاں بے شک زندگی بھر رہو. لیکن اِن خیالات کے ساتھ اور اِن حالات میں نہیں! مَیں تمہارے روزگار کے لیے دعا کرتا ہوں، خدا کوئی نیک سبب بنا دے گا، تمُ گھبرایا مت کرو، حوصلہ ہارنے سے مسائل پیچھا نہیں چھوڑتے."

آپؒ کی ان باتوں سے میرے ہوش ٹھکانے آ گئے اور مَیں دولتِ عزم و یقین سے سرشار ہو گیا. زیادہ دن نہیں گذرے تھے کہ خُدا نے مجُھے معقول اور باعزّت ملازمت عطا کر دی اور بحمد للہ آج مَیں ہر لحاظ سے کامیاب زندگی گذار رہا ہوں.

❖ فضل فروشی سے اجتناب

آپؒ خود نمائی اور فضل فروشی کو پسند نہیں فرماتے تھے. آپؒ کو یہ بات شدید

Marfat.com

ناپسند تھی کہ فریضۂ حج ادا کرنے والے حضرات اپنے آپ کو بڑے اہتمام سے "حاجی" کہلوائیں۔ آپؒ فرماتے تھے کہ اس طرح کی خود فروشی سے اجر و ثواب کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ میں نے بیربل شریف ضلع سرگودہا کے صاحبزادہ حاجی معین الدین صاحبؒ کا سلام آپؒ کی خدمت میں عرض کیا اور ان کے نام کے ساتھ باقاعدہ "حاجی" بھی کہا۔ آپؒ نے میری بات سُن لی مگر بالارادہ فرمایا: "کس نے سلام بھیجا ہے"؟

میں نے دوبارہ یہی کہا: "صاحبزادہ حاجی معین الدین صاحب بیربل شریف والوں نے"۔

آپؒ نے "وعلیہم وعلیکم السّلام" کہنے کے بعد فرمایا: "کتنی عجیب بات ہے کہ کوئی شخص قرآن مجید حفظ کر لیتا ہے تو "حافظ" کہلاتا ہے، کوئی قرأت سیکھ کر "قاری" بن جاتا ہے، کوئی حج کر لیتا ہے تو "حاجی" کا لفظ اس کے نام کا جزوِ لاینفک بن جاتا ہے۔ افسوس کہ ہم ساری عمر نمازیں پڑھتے رہے مگر ہمیں کسی نے "نمازی سدید الدّین" نہیں کہا"۔

سُبحان اللہ! کتنے حکیمانہ انداز میں آپؒ نے میری تربیت کے لیے مجھے یہ بات سمجھادی۔

✤ نماز کی پابندی

ایک دن مَیں آپؒ کی محفل میں موجود تھا کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر کہا:

Marfat.com

"یا حضرت! میرا نماز پڑھنے کو جی نہیں چاہتا، کوئی ایسا تعویذ دیں کہ نماز کی عادت ہو جائے۔"

آپؒ مسکرائے اور فرمایا: "آج تک کسی نے مجھ سے ایسا تعویذ نہیں مانگا اور نہ ہی میرے پاس کوئی ایسا تعویذ ہے جو تجھے نماز کے وقت گھر سے اُٹھا کر مسجد لا کھڑا کرے۔ یہ تعویذ خود تیرے پاس موجود ہے اور وہ ہے تیری قوتِ ارادہ۔ ہاں البتہ میں اتنا ضرور کر سکتا ہوں کہ اگر تو اذان سن کر نماز کے ارادے سے مسجد کی طرف چل پڑے اور راستے میں کوئی تجھے زبردستی روکے یا منع کرے تو پھر میرے پاس آ اور مجھے بتا تو میں اس کا بندوبست کر دوں گا۔"

❖ دو عمل

آپؒ کی حیاتِ طیبہ میں دو باتیں بڑی نمایاں ہیں۔ ایک آپؒ کا ڈسپلن اور دوسری دعوت قبول کرنا۔ ڈسپلن کا یہ عالم تھا کہ ایسا نظم وضبط کا پابند تو میں نے فوجیوں کو بھی نہیں پایا۔ ہر کام وقت پر اور مقررہ اصول کے مطابق۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اس معاملے میں میں بالکل فوجی مزاج رکھتا ہوں۔ حجرۂ خاص میں ہر چیز کے لیے جگہ مخصوص تھی۔ ضرورت کے وقت کوئی چیز لی اور پھر ٹھیک اسی جگہ پر رکھ دی۔ اتنی منظم اور مرتب زندگی بہت کم لوگ گذارتے ہیں۔ خطوں کا جواب بروقت دینا بھی آپؒ کے پسندیدہ معمولات میں داخل تھا۔ ظہر کے وقت معظم آباد شریف میں ڈاک آتی۔ آپؒ شام سے پہلے تمام ضروری خطوں کے جوابات اپنے ہاتھ سے لکھ کر پوسٹ کروا دیا کرتے تھے۔ سفر سے واپسی

Marfat.com

پر پہلی فرصت میں ڈاک دیکھتے اور جواب دیتے۔ خط بہت زیادہ ہوتے تو حضرت صاحبزادہ حمید الدّین صاحب مدظلہ، حضرت محمد رفیع الدّین صاحب یا صاحبزادہ معین نظامی صاحب آپؒ کا ہاتھ بٹا دیا کرتے تھے۔ ضروری پتے اور فون نمبر ڈائری میں لکھے ہوتے۔ نئے سال کے آغاز میں بڑے اہتمام سے یہ پتے اور نمبر نئی ڈائری میں درج کرا لیا کرتے تھے۔

آپؒ ہر کس و ناکس کی دعوت قبول فرما لیتے تھے اور انکار کر کے کسی کی دل شکنی نہیں کرتے تھے۔

ایک مرتبہ مَیں شوقِ زیارت لیے بارگاہِ عالی میں حاضر ہوا تو سلام کے بعد آپؒ نے دریافت فرمایا کہ: "خط کا جواب مل گیا تھا یا نہیں"؟ میں نے دست بستہ عرض کی: "حضور! مل گیا تھا، آپؒ کے جواب کا کیا جواب ہے"!

اس پر آپؒ نے فرمایا: "میرے دو عمل ایسے ہیں کہ اگر بارگاہِ ربّ العزت میں منظور و مقبول ہو گئے تو اُمید ہے کہ انہی کے صدقے میری بخشش و مغفرت ہو جائے گی۔ ایک یہ ہے کہ مَیں پیر بھائیوں کے خطوں کا جواب اسی وقت دے دیا کرتا ہوں تاکہ انہیں زیادہ وقت انتظار کی کوفت برداشت نہ کرنی پڑے اور دوسرا یہ کہ مَیں ہر شخص کی دعوت قبول کر لیتا ہوں اور آنے کا وعدہ کر کے ہر صورت میں وقتِ مقررہ پر مقامِ موعودہ پر پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں"۔

✤ تلفظ کی اصلاح

میرے شیخِ معظم رحمۃ اللہ علیہ تلفُّظ کی صحت کا خاص خیال رکھتے تھے۔ غلط تلفُّظ

آپؒ کے ذوقِ سلیم پر گراں گذرتا تھا۔ آپؒ تمام پیر بھائیوں کو تلفظ اور قرأت کی صحت کا خیال رکھنے کی پُر زور تاکید فرمایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ عُرس مبارک کی حاضری کے بعد مَیں نے رُخصت ہوتے وقت عرض کی کہ مجھے تہجُّد کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ روا روی میں مَیں نے تہجُّد کو تہجَد (جیم کی زبر سے) کہا۔ آپؒ نے فرمایا:

"اقبال! تعجّب ہے تم بھی صحتِ تلفظ کا خیال نہیں رکھتے۔ سیدھی سی بات ہے لفظ "تہجّد" باب "تَفَعُّل" پر ہے، اسے تہجَد کیوں کہہ رہے ہو؟" ساتھ ہی آپؒ نے مجھے اجازت بھی عطا فرمادی۔

✤ نزلہ، زکام کا نسُخہ

احقر کو نزلہ زکام کی شکایت رہنے لگی۔ بہت علاج کرایا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا تنگ آکر مَیں نے آپؒ کی خدمت میں حقیقتِ حال بیان کی۔ آپؒ نے مجھے ایک نسخہ عطا کیا اور فرمایا کہ یہ "مشائخ چشت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا نسخہ ہے، اسے تین بار استعمال کرو، نزلہ انشاءاللہ العزیز ختم ہوجائے گا۔" نسخہ یہ ہے:

"ھُوالشّافی

ترپھلا	مغز کشنیز	مغز بادام	کوزہ مصری
۳ تولے	۶ تولے	۱۲ تولے	۲۴ تولے

انہیں پیس رگڑ کر سفوف بنالیں اور رات کو بقدر ۹ ماشہ تازہ پانی کے ساتھ

Marfat.com

کھائیں۔" مَیں نے حسب الحکم یہ نسخہ استعمال کیا اور بفضلہٖ تعالیٰ افاقہ ہو گیا۔

❖ نکسیر کا نسخہ

میری بیٹی نکسیر کی مریضہ ہوئی تو میں نے آپؒ کی خدمت میں دُعا کی درخواست کی آپؒ نے فرمایا:

"پتنگ کا باریک کاغذ جلا کر اس کی راکھ ناک میں ڈالو یا" نازبو" کا پانی نچوڑ کر ڈراپر کے ذریعے ناک میں ڈالو، انشاءاللہ یہ شکایت رفع ہو جائے گی۔"

❖ گھبراہٹ کا علاج

میرے بھتیجے عزیز محمد اکرم کو اچانک گھبراہٹ ہوتی اور تکلیف کی شدّت سے بے اختیار اس کی چیخ نکل جاتی۔ مَیں نے اس کی حالت سے آپؒ کو آگاہ کیا۔ آپؒ نے فرمایا:

"سورۂ فتح کی آیت نمبر ۴، ۵ یا ۷ مرتبہ پانی پر دَم کر کے مریض کو پلائیں، خدا رحم فرمائے گا۔"

مَیں نے ایسا ہی کیا اور آپؒ کی برکت سے مریض شفایاب ہو گیا۔

❖ معظّم آباد شریف میں آخری زیارت

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد معظم الدین رحمۃ اللہ علیہ کے عُرس مُبارک سے کچھ دن بعد ۲۵ جنوری ۱۹۸۹ء / جمادی الثانی ۱۴۰۹ھ بُدھ کو عصر چار بجے کے قریب مَیں آپؒ کی خدمت

Marfat.com

میں حاضر ہوا۔ آستانِ جنّت نشان پر حضرتؒ کی خدمت میں یہ میری آخری حاضری تھی۔ اس کے بعد عمر ہسپتال جیل روڈ لاہور میں آخری زیارت سے مشرّف ہوا۔

مَیں دست بوسی کر چکا تو آپؒ نے بیٹھنے کا حکم دیا۔ مَیں بیٹھ گیا تو آپؒ نے دریافت فرمایا: "آج آئے ہو"؟

مَیں نے عرض کیا کہ اس سے پہلے عُرس شریف پر بھی حاضری کی سعادت نصیب ہوئی تھی اور انجمن طلباءِ اسلام کے پروگرام میں بھی حاضر تھا۔ آپؒ کا الوداعی خطبہ بھی سُنا تھا۔

فرمانے لگے: "میرے ذہن میں نہیں کہ تم موجود تھے۔ عُرس پر بہت رش تھا، خیر!"
مَیں نے عرض کی:

"حضور! کل صبح واپس ڈیوٹی پر لاہور جا رہا ہوں۔ الوداعی ملاقات سے دل کو سرور اور آنکھوں کو سکون فراہم کرنے آیا ہوں۔"

اس وقت شاہنواز خان ملنگ آپؒ کو اپنی پشتو آمیز گفتگو سے مسرور کر رہا تھا اسی اثناء میں اسلام آباد سے ایک پیر بھائی ممتاز احمد سدیدی طالب علم ایم اے عربی (بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد) کا خط ملا۔ آپؒ نے پڑھا۔ جوابی لفافہ موجود تھا۔ آپؒ نے فوراً جواب تحریر کیا اور لفافے پر اپنے دستِ مُبارک سے پتہ بھی لکھا۔ خط لکھ کر آپؒ نے ملنگ خان کے حوالے کیا کہ وہ آستان شریف پر لگے ہوئے لیٹر بکس میں ڈال دے۔ خاکسار نے عرض کیا: "یا حضرت! آپؒ کا اتنے اہتمام سے پیر بھائیوں کے خطوط کا جواب دینا ہم گنہگاروں کے لیے کس قدر نعمت ہے۔"

Marfat.com

فرمانے لگے: "ان کاموں کو اگر معمولی سمجھ کر چھوڑ دیں تو بڑے بڑے اور اہم کاموں کو بھی بروقت انجام دینا مشکل ہو جاتا ہے۔ خط کا جواب کوئی معمولی کام نہیں ہوتا بلکہ یہ انسان پر اخلاقی اور انسانی فریضہ ہوتا ہے"۔

مَیں نے اپنی ایک مشکل بیان کی کہ "آرمی میں چونکہ ہر عقیدے اور ہر مسلک کے لوگ ہوتے ہیں اس لیے چاروناچار ان سے ملنا پڑتا ہے۔ اس سے ہمارے روحانی سفر کو تو کوئی خطرہ نہیں ہے"؟

آپؒ نے فرمایا: "ہرگز کوئی خطرہ نہیں ہے تمُ ہر ایک سے یہ سمجھ کر ملا کرو کہ سب اللہ جلّ مجدہ کی مخلوق ہے"۔

ما اغل الاّ من اود بقلبه

واری بطرف لا یری بسوائه

پھر آپؒ نے فرمایا: "اسلام، اخلاقِ حَسنہ سے پھیلا ہے نہ کہ تلواروں کے زور سے۔ ہر مسلک کے لوگوں سے ملنے جلنے میں یہ حکمت بھی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ تمہارے اخلاق سے متاثر ہو کر کسی دن وہ بھی تمہارے مسلک کی صداقت کا اعتراف کرلیں اور اس کی حقانیت پر ایمان لے آئیں؛

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام"

پھر آپؒ نے بطورِ تمثیل فرمایا: "حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ السلام کا معمول تھا کہ جب تک کوئی مہمان دسترخوان پر نہ ہوتا۔ اس وقت تک ما حضر تناول نہیں فرماتے تھے۔ کھانے کے وقت آپؑ سرِراہ کھڑے ہو جاتے اور کسی نہ کسی مسافر کو مہمان بنا کر گھر

میں لے آتے تھے۔ ایک دن آپؒ ایک بہت ہی بُوڑھے مسافر کو لے آئے اور بڑے احترام سے اس کے سامنے دسترخوان رکھا۔ کھانا شروع کرنے سے پہلے مہمان نے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" نہ پڑھی۔ حضرت ابراہیمؑ نے اُس سے اِس کی وجہ پُوچھی تو اس نے بتایا کہ وہ مومن نہیں بلکہ آتش پرست ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے دل میں اس کے لیے نفرت پیدا ہوئی اور آپؑ نے اس کے سامنے سے کھانا اٹھا لیا۔ اسی لمحے آپؑ پر وحی الٰہی نازل ہوئی:

منش دادہ صد سالہ روزی و جان
ترا نفرت آمد از او یک زمان

یعنی اے ابراہیمؑ ہم نے اسے جان دی، طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا اور سو سال سے اسے رزق دے رہے ہیں اور تُو ہے کہ ایک ہی لمحے میں اس سے بیزار ہو گیا۔

حضرت ابراہیمؑ شدید نادم ہوئے۔ آپؑ نے بوڑھے سے معافی مانگی اور انتہائی شفقت و محبت سے اسے کھانا کھلایا۔

یہ ہے شانِ کرم! اور یہی ہے اللہ والوں کا طرۂ امتیاز۔"

ضمناً آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ ۲۷ فروری ۱۹۸۹ء کو معائنہ قلب کے لیے لاہور کا پروگرام ہے۔ ۲۲ سی مین روڈ میں شیخ عبدالقدوس کے ہاں قیام ہو گا۔

اتنے میں عصر کی اذان ہوئی تو آپؒ نے سید نسیم شاہ صاحب لانگری کو طلب کر کے وضو کرانے کا کہا۔ لانگری صاحب نے آپؒ کو وضو کرایا۔ ملنگ خان اور بندۂ حقیر پاس کھڑے ایک ایک ادا دیکھتے رہے۔ وضو کیا تھا سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل

Marfat.com

تصور تھا۔ آپؒ نے مستحباتِ وضو تک فراموش نہ کیے اور تمام دعائیں ساتھ پڑھتے رہے۔ وضو سے فارغ ہو کر تولیے سے ہاتھ منہ پونچھا۔ وضو کے بعد کلمۂ شہادت اور یَا لَطِیفُ یَا لَطِیفُ کے الفاظ حقیر نے بھی سُنے۔

اس وقت آپؒ انتہائی ہشاش بشاش اور شگفتہ موڈ میں تھے۔ مَیں نے موقع غنیمت جانتے ہوئے اپنی ایک دیرینہ خواہش کا اظہار کیا کہ "مَیں آپؒ کے مکتوبات بغرضِ استفادۂ عام شائع کرانا چاہتا ہوں، دعا فرمائیں اللہ کریم توفیق عطا فرمائے۔"

اس کے جواب میں آپؒ نے ارشاد فرمایا: "چھوڑو اقبال! یہ سب شعبدہ بازی ہے۔"

پھر آپؒ نے مجھے نمازِ عصر باجماعت ادا کرنے کا حکم دیا۔ مَیں رخصتی کی اجازت لے کر مسجد میں آ گیا۔ رُخصت کرتے وقت بھی حضورؒ نے حسبِ معمول انتہائی لطف و کرم فرمایا اور معانقے کا شرف بخشا۔ ساتھ ہی مشفقانہ انداز میں تاکید بھی کی: "منزل پر پہنچ کر خیریت کا خط لکھنا۔"

مَیں نے حکم کے مطابق عریضہ لکھا جس کا جواب آپؒ کا آخری دیدار تھا۔ ۲۷ فروری کو لاہور آنے سے پہلے ہی آپؒ خالقِ حقیقی سے جا ملے لیکن مجھ حقیر کو ۲۸ فروری کی سحری کے وقت عالمِ رؤیا میں زیارت سے شاد کام فرمایا:

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے، یہ بڑے نصیب کی بات ہے!

❖❖❖

تحریر: محمد اکرم سدیدی (اسلام آباد)

اذکارِ سدیدیہؒ

بندہ نے وقتاً فوقتاً اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ غلام سدید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ مبارک سے جو اوراد و وظائف اور اذکار سُنے ہیں، انہیں اربابِ طریقت کے استفادے کے لیے تحریر کر رہا ہوں۔ گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف!

حصولِ عشق

"جو شخص عشق و محبت کے آداب سیکھنا چاہتا ہو اور طالبِ درد و سوز ہو اسے سورۂ یوسف کی بکثرت تلاوت کرنی چاہیئے۔"

شفائے کاملہ

"سورۂ فاتحہ کا ایک نام سورۂ شفا بھی ہے۔ یہ ہر مرض کے لیے شفائے کاملہ ہے۔ پڑھنے کا طریقہ یہ ہے: نمازِ فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان اکتالیس بار پڑھیں۔

بسم اللہ کو اس طرح پڑھا جائے :

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لْحَمْدُ لِلّٰہِ .....

یعنی" الرّحیم" کے میم کو" الحمد" کے لام سے ملا دیا جائے۔ "الرّحیم" بھی ہر بار تین تین مرتبہ پڑھیں اور آخر میں" آمین" بھی تین تین بار کہیں۔ اکتالیس بار پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دَم کر کے سارے جسم پر پھیر لیں۔ کسی مریض کے لیے پڑھا ہے تو دم کر کے اسے پلا دیں۔

وقت کا خاص خیال رکھیں۔ فرض قضا نہ ہو جائیں بلکہ جماعت کے ساتھ شامل ہونے کی کوشش کریں۔ یہ وظیفہ اکتالیس دن بغیر ناغہ کے مکمل کریں"۔

جلال و جمال

"قرآن کریم کی وہ آیات اور سورتیں جن میں عذاب اور سزاؤں وغیرہ کا ذکر ہے وہ جلالی ہیں اور جن میں رحم و کرم، جنّت کی نعمتوں اور خوشخبریوں کا بیان ہے، ان کا مزاج جمالی ہے۔ سارا کلام خُدا کا ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں لیکن بزرگانِ دین اکثر فرض نمازوں میں جمالی آیات اور سورتوں کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ یہ عمل بھی عشقِ الٰہی کے حصول کے لیے مجرّب ہے۔

سورۂ لہب بہت کم پڑھنی چاہیے (یہ نہیں فرمایا کہ بالکل ہی نہیں پڑھنی چاہیے) کیونکہ اس میں قہرِ الٰہی کی جھلک ہے اور ہر آیت دوسری سے بڑھ کر ہے ۔ بندے کا کام تو اپنے مالک کو راضی کرنا ہوتا ہے نہ کہ بار بار اس کے قہر و غضب کا ذکر کرنا"

❖ کشائشِ رزق

"مشائخ چشت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا معمول تھا کہ بُدھ کو غسل فرماتے تھے. غسل کے بعد اسی جگہ کھڑے ہو کر ۲۰ بار یَا بَاسِطُ پڑھنا چاہیے. اس سے رزقِ حلال میں کشائش ہوتی ہے۔"

❖ نمازِ جمعہ میں عمامہ کی فضیلت

"عمامہ باندھ کر نمازِ جمعہ ادا کرنا سنّتِ رسول ﷺ ہے اور اس کی بہت زیادہ فضیلت ہے. ضروری نہیں کہ بہت بڑی پگڑی باندھی جائے، بے شک چھوٹا سا عمامہ ہو. اس سنّت پر عمل کرنے والے کے لیے خدا کے ستّر فرشتے دعائے خیر و مغفرت کرتے رہتے ہیں۔" (خود حضرتؒ بھی ہمیشہ عمامہ باندھ کر نمازِ جمعہ ادا فرمایا کرتے تھے)

❖ سلسلہ عالیہ چشتیہ کا ایک خاص عمل

"عشاء کی نماز کے بعد دو زانو ہو کر قبلہ رُخ بیٹھ جائیں. اپنے دونوں ہاتھ زانوؤں پر ایک دوسرے کے قریب رکھ کر کھول لیں. دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بھی کھلی ہوئی ہونی چاہییں۔

اب پہلے سورۂ یٰسین کی تلاوت کریں. اس میں لفظ "الرّحمٰن" چار مرتبہ آئے گا اور لفظ "اللہ" تین مرتبہ. ہر بار لفظ "الرّحمٰن" پر دائیں ہاتھ کی ایک ایک انگلی

Marfat.com

بند کرتے جائیں۔ یہ عمل سب سے چھوٹی انگلی سے شروع کریں۔ اس طرح انگوٹھے کے سوا چاروں انگلیاں باری باری بند ہو جائیں گی۔ پھر ہر بار لفظ "اللہ" پر بائیں ہاتھ کی انگلیاں بند کرنے لگ جائیں۔ یہ بھی پہلے چھوٹی انگلی سے شروع کریں۔ یوں بائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور انگشتِ شہادت کے سوا باقی تین انگلیاں بھی یکے بعد دیگرے بند ہو جائیں گی۔

اس کے بعد سورۂ مُلک کی تلاوت کریں۔ اس میں بھی لفظ "الرحمٰن" چار بار آتا ہے اور لفظ "اللہ" تین بار۔ اس کی تلاوت کے دوران جب لفظ "الرحمٰن" آئے تو اس پر ایک ایک کر کے دائیں ہاتھ کی انگلیاں کھولتے جائیں۔ لیکن یاد رکھیں اب یہ عمل اس انگلی سے شروع ہو گا جو سب سے آخر میں بند ہوئی تھی یعنی شہادت کی انگلی۔ اسی طرح جب بھی لفظ "اللہ" آئے تو اس پر بائیں ہاتھ کی بند انگلیاں باری باری کھول دیں۔ سب سے پہلے درمیانی اُنگلی کھولیں، پھر اس کے ساتھ والی اور آخر میں چھوٹی۔ اس طرح دونوں ہاتھوں کی تمام بند انگلیاں کھُل جائیں گی۔ آخر میں تین بار یہ پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبُّ الْعَالَمِيْنَ

اور پھر عاجزی و انکساری سے دُعا کریں۔ اس سلسلے میں ایک ضروری ہدایت یہ ہے کہ ہاتھ نہ آپس میں ٹکرائیں اور نہ ہی ان کے درمیانی فاصلے میں کوئی کمی بیشی ہونی چاہیے۔"

"الرحمٰن" باری تعالیٰ کا صفاتی نام ہے اور "اللہ" اسمِ ذات ہے چونکہ

Marfat.com

دل بائیں جانب ہوتا ہے اور اعضائے انسانی کا سردار ہے، اس لیے "اللہ" کے لفظ پر بائیں ہاتھ کی انگلیاں بند بھی ہوں گی اور کھلیں گی بھی۔"

✿ رزق کی تنگی

"پیاز اور لہسن کے چھلکوں کو مت جلائیں۔ ایسا کرنے سے رزق میں تنگی ہوتی ہے۔"

" اگر بٹن لگانے ہوں یا لباس کی مرمت کرنی ہو تو اُتار کر کریں۔ جسم پر پہنے ہوئے کسی کپڑے پر بٹن نہ لگائیں، نہ اس کی سلائی کریں اور نہ ہی کوئی پیوند وغیرہ لگائیں۔ ورنہ یہ بھی تنگیِ رزق کا باعث بنتا ہے۔"

✿ قید سے باعزّت رہائی

"قید سے باعزّت رہائی کے لیے قیدی بھی سورۂ یوسف کا بکثرت وِرد کرے اور اس کے لواحقین بھی۔ ذہن میں یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ اے اللہ! جس طرح تُو نے حضرت یوسفؑ کو باعزّت بَری فرما دیا تھا، اسی طرح مجُھے بھی قیدِ زنداں سے نجات دے اور میرے دنیوی و اُخروی درجات بلند سے بلند تر فرما دے۔"

" اس سلسلے میں چالیس مرتبہ ایک ہی نشست میں سورۂ یٰسین کی تلاوت بھی بہت مؤثر ہے۔"

اس مقصد کے لیے ایک اور عمل بھی نہایت مجرّب ہے اور وہ یہ کہ قیدی کا کوئی قریبی رشتہ دار بلاناغہ سات جمعے عصر کے فرضوں کے فوراً بعد جگہ بدلے بغیر

"یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ" کا وِرد شروع کر دے اور مغرب کی اذان تک جاری رکھے۔ اس عرصے میں نہ اپنی جگہ سے ہلے اور نہ ہی کسی سے بات کرے۔ دل میں قیدی کی باعزّت رہائی کا تصور رکھے اور آخری جمعے کو بارگاہِ الٰہی میں عاجزانہ دعا کرے۔ انشاءاللہ مقصد میں کامیابی ہو گی۔ یہ عمل قیدی کی رہائی کے علاوہ بھی ہر جائز مقصد کے لیے کیا جا سکتا ہے۔

اس کے علاوہ قیدی کی باعزّت رہائی کے لئے قرآنِ کریم کا ایک ختم کرائیں۔ ختم کرنے والے تمام لوگ باوضو ہوں اور نہایت احتیاط سے تلاوت کی گئی ہو۔ ایصالِ ثواب کے لیے کوئی کھانے پینے کی چیز تیار کریں اور ایصالِ ثواب کے بعد فقراء و مساکین میں تقسیم کریں۔ کوئی میٹھی چیز ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ آخر میں قیدی کی رہائی کے لیے دُعا کی جائے۔

❖ حَلّ المُشکلات

"جب کوئی ایسی مشکل آن پڑے جو کسی طرح بھی حل ہوتی نظر نہ آتی ہو تو اس کے لیے ایک مجرب قرآنی عمل ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک لاکھ بار "آیت کریمہ" کا وِرد کیا جائے۔ "آیتِ کریمہ" حضرت یونس علیہ السّلام کی وہ دُعا ہے جو آپؑ نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی:

"لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ"

یعنی تیرے سوا کوئی عبادت کے اہل نہیں ہے، تُو پاک ذات ہے، بے شک میں

Marfat.com

ظالموں میں سے ہوں۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ کچھ حضرات باوضو بیٹھ جائیں اور کچھ پانی بھی کسی برتن میں ساتھ رکھ لیں۔ کچھ وقت پڑھنے کے بعد پانی میں ہاتھ تر کر لیں اور خاص طور پر اپنے سینے پر چھڑکیں۔ چونکہ یونس علیہ السلام نے یہ دُعا مچھلی کے پیٹ میں مانگی تھی، اس لیے اس کی مناسبت سے پانی کا چھڑکنا نہایت ضروری ہے۔ پہلے دن جتنی تعداد میں پڑھیں، بعد میں بھی وہی تعداد ملحوظ رکھی جائے۔ ایک ہی دن لاکھ پورا پڑھ لینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

قیدی کی رہائی کے لیے خاص طور پر یہ عمل بے حد تاثیر رکھتا ہے۔"

✿ انتشارِ خیال

"انتشارِ خیال اور پراگندیِ افکار بڑا خطرناک مرض ہے۔ ان شیطانی وسوسوں سے بچنے کے لیے ہر روز صبح کی نماز کے بعد ستر مرتبہ "یَا لَطِیفُ" پڑھیں۔ انشاء اللہ دل و دماغ سرچشمۂ لطافت بن جائے گا اور وساوسِ نفسانی سے نجات مل جائے گی۔"

✿ بابرکت کھانا

"بابرکت کھانا وہ ہے جس کے شروع میں یہ پڑھا جائے:

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يَا وَاجِدُ"

ایسے کھانے سے ہر لقمہ، لقمۂ نور ہوگا۔ کھانا ختم کرنے کے بعد یہ دُعا پڑھیں:

Marfat.com

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقٰنَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ"
یعنی حمد ہے اس خُدا کے لیے جس نے ہمیں کھانا کھلایا، ہماری پیاس بُجھائی اور ہمیں مسلمانوں میں سے بنایا۔"

✿ جادو ٹونے سے حفاظت

"جادو ٹونے اور غیر شرعی تعویذوں کے شر سے بچنے کے لیے فجر اور مغرب کی نمازوں کے بعد سات بار درود شریف، سات سات مرتبہ آیۃ الکرسی اور چاروں قُل اور آخر میں پھر سات بار درود شریف پڑھ کر ہاتھوں پر دم کریں اور سارے جسم پر پھیر لیں۔ چاروں اطراف میں بھی پھونکیں، انشاء اللہ ہر شر سے محفوظ رہیں گے۔"

✿ نیا لباس

" اتوار کو نئے کپڑے خریدیں، پیر کو کٹائی اور جمعرات کو سلائی کرائیں۔ جمعۃ المبارک کے دن پہلی بار پہنیں۔ پہننے سے پہلے تین بار درود شریف، ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ، ۳۴ بار اللہ اکبر، تین تین بار چاروں قُل اور آیۃ الکرسی اور پھر آخر میں تین بار درود شریف پڑھ کر تھوڑے سے پانی پر دم کریں اور اسے سارے لباس پر چھڑک دیں۔ اللہ تعالیٰ بابرکت کرے گا۔

✿ حافظہ کی تقویت

"قوتِ حافظہ کی تیزی کے لیے ہر نماز کے بعد اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سر پر

Marfat.com

رکھیں اور گیارہ بار درود شریف پڑھیں۔ پھر گیارہ بار "یَا قَوِیُّ یَا مَتِیْنُ" پڑھ کر ہتھیلی پر دم کر کے سر پر پھیر لیں۔"

❖ نیا مکان

کاتک کا پہلا اتوار نئے مکان کی بنیاد رکھنے کے لیے بہترین دن ہے۔ اس دن صبح سُورج نکلنے کے ۴۵ منٹ بعد کام شروع کریں۔ تعمیر مکمل ہو جائے تو کسی جمعرات کو تھوڑا سا سامان رکھیں اور نمازِ جمعہ کے بعد اس کا باقاعدہ افتتاح کریں۔ وہ مکان انشاءاللہ ہر طرح کے آسیب سے محفوظ رہے گا۔"

❖ قمیض کی پٹی

"قمیض کی سامنے والی پٹی جس پر بٹن لگے ہوتے ہیں، اسے نیچے سے نوکدار ہونا چاہیے تاکہ وہ "الف" سے مشابہ ہو جائے۔ "الف" اللہ کے شروع میں آتا ہے اور یہ وحدتِ وجود کا استعارہ ہے۔"①

---

① حافظ شیرازیؒ نے کتنے دلکش انداز میں کہا ہے:

نیست بر لوحِ دلم جز الفِ قامتِ یار
چہ کنم؛ حرفِ دگر یاد نداد استادم

(معین نظامی)

Marfat.com

✧ بُدھ کے لیے ممانعت

"بُدھ کو گھر میں جھاڑو دینے، سفر پر روانہ ہونے اور جیب سے روپے پیسے نکال کر خرچ کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔"

✧ حصولِ ملازمت

"حصولِ روزگار کے لیے نمازِ فجر کی سنّتوں اور فرضوں کے درمیان ہر روز اکتالیس بار سورۂ اَلَمْ نَشْرَحْ پڑھیں اور دُعا کریں۔"

✧ پسندیدہ رنگ

آپؒ جوگیا رنگ کے لباس کو بہت پسند فرماتے تھے۔ سفید اور نیلا رنگ بھی آپؒ کو بہت پسند تھا۔ اکثر انہی رنگوں کے لباس زیبِ تن فرماتے تھے۔

✧✧✧

Marfat.com

تحریر: حکیم عبدالرحمٰن مخدوم۔ چک مظفرآباد ضلع سرگودہا

اقوالِ قلندری

تعارف

حکیم عبدالرحمٰن مخدوم صاحب، حضرت خواجہ حافظ غلام سدیدالدین معظمی رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص اور جاں نثار مرید ہیں۔ وہ ۱۲ جون ۱۹۵۶ء کو بیعتِ طریقت سے مشرف ہوئے اس دن سے لے کر اپنے پیرومرشد کی وفات تک وہ گاہے بگاہے آپؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اکتسابِ فیض کرتے رہے اور حضرتؒ کے بیان کردہ مسائل، واقعات، حکایات، تعویذات اور عملیات بڑی احتیاط سے تاریخ وار قلمبند کرتے رہے۔ انہوں نے اپنی اس قلمی بیاض کا نام "اقوالِ قلندری" رکھا۔ حضرت شیخؒ کے تحریری ذخیرہ ملفوظات میں مذکورہ بیاض غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں تمام ملفوظات کا اندراج باقاعدہ تاریخ وار کیا گیا ہے۔ نیز کسی اور قلمی مجموعے میں آپؒ کے اتنے زیادہ ارشاداتِ عالیہ یکجا نہیں ملتے۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر اس کا ایک جامع انتخاب اربابِ طریقت کے لیے استفادۂ عام کے لیے پیش کیا جا رہا ہے۔ (معین نظامی)

متفرّق ارشادات

❖ اپنے سلسلۂ طریقت کے بزرگانِ دین کے اعراس کی حاضری روحانی زندگی کا اہم فریضہ ہے اور اس کی بجا آوری میں حتی الوسع کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔

❖ پیرِ و مرشد کے فرمودہ اذکار و وظائف کی پابندی سالک کے لیے نہایت ضروری ہے کیونکہ اوراد و وظائف دونوں جہانوں میں کام آنے والی چیزیں ہیں اور یہ تزکیۂ باطن، تصفیۂ قلب اور روحانی اوج و ارتقا میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔

❖ قلب و نظر کو پاک رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ اسی پر دنیا و آخرت کی فوز و فلاح کا دار و مدار ہے۔

❖ مرید کو اپنے پیر کا اتنا ادب کرنا چاہیے جتنا صحابۂ کرامؓ نبیِ کریمؐ کا کرتے تھے۔ قرآنِ کریم نے صحابہؓ کو آدابِ رسالتؐ سکھائے۔ ہادیِ برحق کے لیے انہی آداب کی رعایت کرنی چاہیے۔

❖ گلاب کا پھول یا کوئی بھی پھول دیکھتے ہی سرورِ کائناتؐ پر درود و سلام پڑھنا چاہیے۔ تمام پھولوں میں آپؐ ہی کی مہک ہے۔

❖ سیاہ اور سبز رنگ کی جوتی یا تسمہ بند کا استعمال سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں سخت ناپسندیدہ ہے۔

❖ اگرچہ بیعت کے لیے شعوری عقیدت و ارادت ضروری ہے لیکن نابالغ کی بیعت بھی صحیح ہوگی، اس اُمید پر کہ یہ نابالغ باشعور ہو کر فیضیاب ہوگا۔

❖ ہمارے سلسلے میں شیخِ طریقت کے وصال کے بعد کسی اور سے تجدیدِ بیعت ضروری نہیں۔ حیات و موت، دونوں حالتوں میں سرچشمۂ فیض کی فیاضی یکساں ہوتی ہے۔

❖ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہر حالت میں تعلق ہونا ضروری ہے۔ اس تعلق میں پختگی اور استواری ضروری ہے۔ وہی دل اچھا ہے جو یادِ خدا میں مشغول ہو۔

❖ دکھلاوے کی عبادت محض وقت کا ضیاع ہے۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں، اُلٹا بعض اوقات نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے۔

❖ ہر روز وضو کے ساتھ پانچوں مرتبہ مسواک کرنا بہت سی نفسیاتی اور رُوحانی بیماریوں کا شافی علاج ہے۔ اس سے باطنی کشائش حاصل ہوتی ہے۔

❖ بے ادب کو معرفتِ الٰہی حاصل نہیں ہو سکتی اور ادب ہمیشہ عشق سے حاصل ہوتا ہے۔ انسان کی زندگی رُوح سے اور رُوح کی زندگی اللہ، رسولؐ اور بزرگانِ اُمتؒ کے عشق سے وابستہ ہے۔ عشقِ الٰہی کے بغیر رُوح مردہ ہے جیسے رُوح کے بغیر جسدِ انسانی! عشق کے بغیر پارسائی بھی فضول اور بے معنی ہے۔

❖ جوگیا رنگ کا کپڑا سلسلۂ چشتیہ کے بزرگوں کو بہت پسند ہے۔

❖ دُعائے گنج العرش مشائخِ چشتؒ کے معمولات میں منقول نہیں۔

❖ گداگروں سے بحث مباحثہ نہیں کرنا چاہیے۔ حسبِ توفیق کچھ دے دیں ورنہ شائستگی سے معذرت کرلیں۔

❖ کاغذ کا احترام کرنا چاہیے۔ راستے میں پڑے ہوئے کاغذ اٹھا کر کسی ایسی جگہ رکھ دینے چاہییں۔ جہاں ان کے پیروں تلے آنے کا اندیشہ نہ ہو۔ بعض اوقات کاغذوں پر آیات،

Marfat.com

احادیث یا بزرگانِ دین کے اقوال یا دینی مسائل کی باتیں ہو سکتی ہیں اور بڑی بے ادبی ہوتی ہے کہ انہیں راستے میں زمین پر ہی پڑا رہنے دیا جائے۔

❁ اوراد و وظائف اس وقت مفید ہو سکتے ہیں جب وہ کسی عاملِ کامل کی اجازت اور اس کی سرپرستی میں پڑھے جائیں۔ دُنیوی معاملات کے لیے وظیفے نہیں پڑھنے چاہییں۔ وہی عملیات کریں جو اُخروی معاملات میں کوئی فائدہ پہنچائیں۔

❁ کھانے پینے کی چیزیں کسی کے سر پر سے نہیں گذارنی چاہییں، بہت معیوب ہے۔

❁ کسی خلیفۂ مجاز کے لیے مستحسن نہیں ہے کہ وہ اپنے شیخ کے آستانے پر کسی عقیدتمند کو مرید کرے۔

❁ درویش کو چاہیے کہ مخلوقِ خُدا کو ہر حال میں اپنے سے بہتر و برتر سمجھے اور جہاں تک ممکن ہو کسی کا دل نہ دُکھائے۔ مخلوقِ خدا کو رنجیدہ کرنا طریقت کا گناہِ کبیرہ ہے۔

❁ دُکھ اور سُکھ مل کر ہی انسانی زندگی بنتی ہے۔ وقت کی یہ دُھوپ چھاؤں اور زمانے کی یہ تنگی ترشی زندگی ہی کے دو عکس ہیں۔ اس لیے ہر حالت پر صبر و شکر کرنا چاہیے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بشارت دی ہے کہ: اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْن یعنی اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ حقیقت ہے کہ خدا کے مقربین کے سوا کسی میں صبر کا حوصلہ ہی نہیں ہوتا جو شخص جتنا صابر و شاکر ہوگا۔ اتنا ہی وہ بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہوگا۔

❁ اولیاء اللہؒ کے مزارات کی حاضری کا درست طریقہ یہ ہے کہ مزار کی مغرب کی سمت مزار کی طرف رُخ کر کے کھڑا ہو۔ نہایت ادب سے ہاتھ باندھ کر سورۂ فاتحہ اور قُل پڑھے اور صاحبِ مزار کی رُوح کو ایصالِ ثواب کرے۔ پھر اپنے اور اپنے تمام مسلمان بھائیوں کےلیے

صاحبِ مزار کے توسّل سے دُعائے خیر کرے۔ جتنا ادب و احترام سے حاضری دے گا، اتنا ہی زیادہ فیض یاب ہوگا۔

- سلسلۂ چشتیہ نظامیہ سدیدیہ میں قرآنِ پاک کی منزل کا معمول سوا پارہ روزانہ ہے۔
- منگل کو غسل نہ کرے، بُدھ کو غسل کرنا مُبارک ہے، حجامت جمعرات کو بنوانی چاہیے۔
- عقیق پہننا ہو تو دائیں ہاتھ میں پہنیں اور فیروزہ بائیں ہاتھ میں۔
- خاندانِ چشت کا معمول ہے کہ بچے کی رسمِ بسم اللہ اس دن کی جاتی ہے جب وہ ٹھیک چار سال، چار ماہ اور چار دن کا ہو جائے۔ شیخ المشائخ خواجہ نظام الدّین اولیاؒ کا فرمان ہے کہ ایسے بچّے کا علم نافع ہوگا، حجابِ اکبر نہیں بنے گا اور وہ کامیاب و کامران زندگی گذارے گا۔
- مسلمان پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو اس کے بعض گناہوں کا کفّارہ ادا ہو جاتا ہے اور اس کے مراتب و مدارج بھی بلند سے بلند تر ہوتے ہیں بشرطیکہ وہ مصیبت وارده پر صبر و شکر ادا کرے۔
- سجدۂ تعظیم قطعاً ناجائز ہے۔
- ڈاڑھی پر مہندی یا خضاب لگانے میں کوئی ہرج نہیں۔ البتہ مہندی پاؤں پر نہیں لگانی چاہیے۔ بے ادبی کے زمرے میں شامل ہے۔ پاؤں پر کدّو بھی نہیں ملنا چاہیے کیونکہ مہندی اور کدّو دونوں محبوبِ دوعالم ﷺ کو پسند تھے۔
- شہد کی بڑی یا چھوٹی مکھی کے شہد میں شفا والی تاثیر یکساں ہے۔
- صبح سویرے کا سونا مُبارک نہیں ہوتا۔

Marfat.com

❖ نمازِ مغرب کے بعد سے صُبح تک میّت کا فاتحہ نہیں پڑھا جاتا۔

❖ لفظ دَمِشْق نہیں بلکہ دِمَشْق ہے۔

❖ بازاروں، گلیوں اور سڑکوں پر چلتے پھرتے یا کھڑے ہو کر کھانا پینا عزّت و وقار کے منافی ہے۔ اسلامی فقہ میں ایسے لوگوں کی گواہی ناقابلِ قبول ہے جو بازاروں میں یا کھڑے ہو کر کھاتے ہیں۔

❖ صحابہ کرامؓ اسلام میں اتنے راسخ اور اخلاص میں اتنے صادق تھے کہ ان کی عبادت کے مقابلے میں ہم جیسوں کی عبادت کی قطعاً کوئی حیثیت نہیں بلکہ ہماری عبادت ان کے مقابلے میں تو ایک طرح سے گناہ ہے کیونکہ ہم ریا کاری کرتے ہیں۔

❖ نصف رات کے بعد مُبارک وقت میں خدا سے اپنی جائز خواہشات طلب کرو اس وقت کی گئی دُعا قبول ہوتی ہے۔ اس وقت دریائے رحمت جوش پر ہوتا ہے۔ رات کے نصفِ آخر کی طرح دن کا نصفِ آخر بھی بہت مُبارک ہے، اسی لیے اس میں کئی نمازیں ہیں رات کے آخری حصّے کی خاص نماز تہجّد ہے جس کی بارہ رکعتیں مسنون ہیں۔ اسی طرح دن کے نصف آخر کے بھی بارہ نوافل ہیں جن میں ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد پچاس بار یا گیارہ بار سورۂ قُل ہو اللہ اَحد پڑھی جاتی ہے۔ ان کا ٹھیک وقت ایک بجے دن ہے۔ ظہر کی نماز سے پہلے تک یہ نوافل ادا کیے جا سکتے ہیں۔

❖ سُنّت اور نفل نمازیں اپنے اپنے گھروں میں ادا کرنی چاہییں کیونکہ حکم ہے کہ گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ مشائخ عظامؒ کا بھی یہی معمول ہے۔

❖ شکاری کے گھر میں بیماری ڈیرہ ڈالے ہی رہتی ہے کیونکہ پرندے اور جانور بھی

Marfat.com

بہرحال خدا کی مخلوق ہیں اور شکاری ان کی جان لیتا ہے۔

- زکوٰۃ اور عشر کی بروقت ادائیگی سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔
- تکلیف کا اظہار بھی ایک طرح سے شکوہ ہے۔
- سلسلۂ چشتیہ کے بزرگوں کا معمول ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں رحمٰن کی نون لمبی لکھ کر اس میں الرحیم لکھتے ہیں یعنی اس طرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ اس حکمِ خداوندی کی طرف اشارہ ہے کہ: "اِنَّ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ" یعنی رحمتِ الٰہی ہر خشک و تر پر محیط ہے۔ اس کا دامنِ کرم نہایت وسیع ہے۔ گنہگار اس کے دامنِ رحمت میں چھپ کر عفو و احسان کی بھیک لیتے ہیں اور مفلس و نادار لوگ رزق کی تنگی سے امان پاتے ہیں۔

بہشتی دروازہ

پاکپتن شریف میں حضرت باوا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے روضۂ مقدسہ پر ہر سال محرم میں باوا صاحبؒ کے عرس کے موقع پر بہشتی دروازہ کھلتا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ جو شخص بھی ایمان و اعتقاد سے اس دروازے میں سے گذرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے زندگی میں حسنات کی توفیق عطا فرماتا ہے اور وہ ان کے قدموں کی برکت سے اپنے حُسنِ عمل کے بل بوتے پر جنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

بہشتی دروازے کے سلسلے میں کتابوں میں دو روایتیں ملتی ہیں:

پہلی روایت یہ ہے کہ باوا صاحبؒ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

Marfat.com

کے آستانہ اقدس پر دہلی میں مقیم تھے۔ آپؒ بازار سے لنگر کے لیے سودا سلف خرید کر لایا کرتے تھے۔ ایک دن آپؒ بازار پہنچے تو سب دکانیں بند تھیں۔ آپؒ نے لوگوں سے اس کی وجہ پوچھی تو پتہ چلا کہ آج یہاں سے ایک ایسے ولی اللہ کا جنازہ گذرے گا جنہوں نے یہ بشارت دی تھی کہ جو شخص میری میت دیکھے گا وہ جنتی ہوگا اور سب لوگ جنازے کے دیدار کے لیے کام کاج چھوڑ کر سراپا انتظار ہیں۔ باوا صاحبؒ اِدھر اُدھر ہو گئے اور آپؒ نے جنازہ نہ دیکھا۔ بعد میں بازار کھلا تو سودا سلف لے کر واپس گئے۔ خواجہ بختیار کاکیؒ نے دیر سے آنے کی وجہ پُوچھی تو آپؒ نے سارا ماجرا کہہ سُنایا۔ حضرتؒ نے دریافت کیا کہ: "تُم نے جنازے کی زیارت کیوں نہ کی"؟ آپؒ نے جواب دیا کہ: "مجھے اس بہشت کی خواہش ہی نہیں جو آپؒ کے علاوہ کسی اور کے توسّط سے ملے"! خواجہ بختیار کاکیؒ نے یہ سُن کر بڑے جوش سے فرمایا: "جو تیرے دروازے میں سے گذرے گا، وہ بھی جنتی ہوگا۔"

دوسری روایت یہ ہے کہ: جب اس دروازے سے باوا صاحبؒ کا جسدِ اطہر تدفین کے لیے روضے کے اندر لایا گیا تو حضرت سلطان المشائخ خواجہ محبوب الٰہیؒ نے دیکھا کہ سرورِ کائناتﷺ اپنے صحابہ کرامؓ سمیت میت کے جلو میں ہیں اور فرما رہے ہیں:

"یا نظام من دخل ھذا البیت کان اٰمنا"

یعنی جو بھی اس دروازے سے گذرا، اُسے امن دیا گیا یعنی وہ بہشتی ہوگیا۔

❖ کمالِ تقویٰ

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے۔ ایک شخص

Marfat.com

نے آپؒ سے اُدھار پر کپڑا خریدا۔ کچھ دنوں بعد، وعدے کے مطابق، وصولی کے لیے آپؒ اس کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اس کے دوازے پر دستک دی اور مکان کے سائے سے نکل کر دھوپ میں کھڑے ہوگئے۔ وہ شخص باہر آیا تو اس نے دیکھا کہ سخت گرمی میں آپؒ سایہ چھوڑ کر دُھوپ میں کھڑے ہیں۔

اُس نے علیک سلیک کے بعد اس کی وجہ پُوچھی۔ آپؒ نے فرمایا: "تمہارے مکان کے سائے میں ٹھہرنا اس لیے مناسب نہیں سمجھا کہ کہیں اللہ تعالیٰ اسے سُود میں شمار نہ فرمالے!" وہ شخص آپؒ کے کمالِ تقویٰ سے انتہائی متاثر ہوا اور اس نے فوراً رقم آپؒ کی خدمت میں پیش کر دی۔ آپؒ اس کا شکریہ ادا کر کے واپس آگئے۔

اللہ کے برگزیدہ لوگ اتنی احتیاط کیا کرتے تھے ان معاملات میں!

❖ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْر

حضرت خواجہ غلام سدیدالدّین معظّمیؒ نے اس ارشادِ ربانی کی تشریح و تفسیر بیان کرتے ہوئے ایک دلچسپ حکایت بیان فرمائی، جو ہدیۂ قارئین ہے:

ایک بادشاہ نے اپنے وزیر سے دریافت کیا: "میرا زمانہ بہتر ہے یا میرے باپ کا زمانہ بہتر تھا یا دادا کا؟" وزیر نے کہا: اس شہر میں ایک بوڑھا سُنار رہتا ہے، اس نے یہ تینوں زمانے دیکھے ہیں، اس سے حقیقتِ حال کا پتہ چل سکتا ہے۔" بادشاہ کے حکم پر بوڑھے سُنار کو دربار میں حاضر کیا گیا۔ بادشاہ نے اس سے وہی سوال کیا جو وزیر سے کیا تھا۔ بُوڑھے نے کہا: "اس سلسلے میں مَیں اپنا ایک سچّا واقعہ بیان کرتا ہوں۔ آپ اس سے اندازہ کرلیں

کہ کون سا زمانہ بہتر ہے"؟

سُنار نے کہا: "آپ کے دادا کے زمانے کی بات ہے، میں ۲۵ سال کا تنومند اور خوبصورت جوان تھا۔ ایک رات میں اپنے گھر میں آرام سے سو رہا تھا کہ اچانک آدھی رات کے وقت دروازے پر زور زور سے دستک ہوئی۔ مَیں نے بادلِ نخواستہ اُٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے ایک حسین و جمیل دوشیزہ کھڑی تھی۔ اس نے بڑا خوبصورت اور نفیس لباس پہنا ہوا تھا اور زیورات سے لدی ہوئی تھی۔ سردی کا موسم تھا۔ تیز ہوا اور تیز بارش نے اس کا بُرا حال کر رکھا تھا۔ جب وہ میرے گھر میں داخل ہوئی تو میرے مُنہ سے یہ الفاظ نکلے: "گھبراؤ نہیں، تُم دین دُنیا میں میری بہن ہو، آرام کرو اور مجھے بتاؤ کہ تم پر کیا بیتی؟" نوجوان عورت میری بات سُن کر مطمئن ہوگئی۔ مَیں نے اسے گرم کپڑے اور بستر دے دیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ آج اس کی شادی تھی۔ میکے سے رخصتی کے بعد وہ بارات کے ساتھ سُسرال جا رہی تھی کہ راستے میں طوفانِ باد و باراں نے آلیا اور کسی کو کسی کا ہوش نہ رہا۔ راستہ بھٹک کر وہ یہاں آگئی۔ اس نے کئی دروازوں پر دستک دی مگر کسی نے دروازہ نہ کھولا۔ آخر اسے میرے ہاں پناہ مل گئی۔

دوسرے دن مَیں نے اس کے میکے اور سُسرال کا پتہ پُوچھ کر آدمی دوڑا دیے۔ کچھ دنوں بعد اس کے والدین بھی آگئے اور سُسرال والے بھی۔ انہوں نے میرا بے پناہ شکریہ ادا کیا اور لڑکی کو لے جانے لگے۔ مجھے خیال آیا کہ مَیں نے اسے بہن کہا ہے۔ اب مجھے چاہیے کہ بھائی ہونے کے ناطے اسے ضرور کچھ دوں۔ مَیں نے کچھ زیورات، پارچات اور دیگر ساز و سامان دے کر اسے رخصت کیا۔

کچھ عرصہ گذرنے پر مجھے ایک دن اچانک خیال آیا کہ اگر مَیں اسے بہن کہہ بھی چکا تھا

Marfat.com

تو کیا تھا؟ وہ میری حقیقی بہن تو تھی نہیں ۔ مَیں نے خواہ مخواہ لسے اتنا ساز و سامان دیا اور اپنا نقصان کیا۔ لے بادشاہ سلامت! جس دور میں مجھے یہ خیال آیا، وہ آپکے باپ کا زمانہ تھا۔

کافی مُدّت کے بعد مجھے پھر یہ خیال آیا کہ اب ضعیفی کا دور ہے، کمر جُھک گئی ہے، خُوبصورت چہرے پر جُھریاں ہی جُھریاں ہیں، بینائی ختم ہونے کو ہے، ہاتھ پاؤں جواب دے رہے ہیں۔ کاش جوانی میں اس نوجوان عورت کو بہن نہ کہا ہوتا، مال و دولت نہ دیا ہوتا اور لے کاش اس کی جوانی سے لطف اٹھالیتا۔ لے بادشاہ! جس دور میں یہ خیالِ بد آیا، وہ آپ کا زمانہ تھا۔ اب فیصلہ آپ خود کرلیں۔"

❖ چشتیوں کی پہچان

حضرت خواجہ شاہ محمّد سلیمان تونسوی قدّس سرّہ العزیز نے اپنے پوتے حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش تونسویؒ سے دریافت کیا کہ: "خالص چشتی کی کیا پہچان ہے"؟ آپؒ نے جواب دیا کہ: "جس کے سر پر لال کناری والی چار ترکی ٹوپی ہو اور جس کا تہ بند نیلا ہو۔"

اعلیٰ حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسویؒ نے فرمایا: "نہیں"۔ اس پر خواجہ اللہ بخشؒ نے دوبارہ عرض کی کہ: "جو شخص نسبتِ صحیح کے ساتھ پانچ وقت باجماعت نماز پڑھے وہ خالص چشتی ہے۔" اس جواب پر اعلیٰ حضرت تونسویؒ بہت خُوش ہوئے اور فرمایا: "ہاں میرے سوال کا صحیح جواب یہی ہے۔" پھر آپؒ نے فرمایا: "میرے زمانے کے بعد جو زمانہ آئے گا، اس میں جو شخص صحیح نسبت کے ساتھ پانچ وقت نماز ادا کرے گا وہ اولیاء اللہ میں سے ہوگا۔"

Marfat.com

معیارِ محبّت

سلطان محمود غزنوی کو اپنے مخلص اور جاں نثار غلام ایاز سے محبّت تھی۔ اس محبّت کی وجہ یہ تھی کہ ایاز میں خلوص و وفا اور ادب و احترام کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ایاز بھی بادشاہ سے بہت محبّت رکھتا تھا اور اس کا اتنا احترام کرتا تھا جتنا کوئی مرید اپنے پیرِ طریقت کا کرتا ہے۔ اگر آج کے مریدین ایاز جیسی خصوصیات پیدا کرلیں تو درجۂ ولایت پر فائز ہو جائیں۔

چونکہ ایاز بادشاہ کا مقربِ خاص اور سب سے زیادہ منظورِ نظر تھا، اس لیے وُزرا، اُمرا اور شہزادے اس سے حسد کیا کرتے تھے۔ وہ ایاز کو بادشاہ کی نظروں سے گرانے کے لیے طرح طرح کی شکایتیں کرتے تھے۔ بادشاہ وقتاً فوقتاً ان پر ایاز کی برتری ثابت کرنے کے لیے ایاز کو آزمائشوں میں ڈالتا رہتا تھا۔ ایاز ہر امتحان میں پورا اترتا تھا اور حاسدین اپنا سا مُنہ لے کر رہ جاتے تھے۔

ایک دن بادشاہ نے تمام حاضرینِ دربار کو حکم دیا کہ فلاں حوض کے کنارے جمع ہو جائیں بادشاہ خود بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس نے کہا کہ سب لوگ ایک ایک کرکے حوض میں اُتریں۔ جو شخص بھی حوض سے باہر نکلتا، بادشاہ اس سے کہتا تمہارے کپڑے کیوں بھیگے ہیں؟ ہر شخص جواب میں یہی کہتا کہ "حضور والا! یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص پانی میں غوطہ لگائے اور اس کے کپڑے نہ بھیگیں"۔ سب سے آخر میں ایاز کی باری آئی۔ جب وہ بھیگ کر باہر نکلا تو بادشاہ نے کہا تمہارے کپڑے کیوں بھیگے ہیں؟ ایاز نے دست بستہ کہا حضور! مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہوگی، مَیں دوبارہ غوطہ لگاتا ہوں۔ مختصر یہ کہ ایاز نے دس بارہ مرتبہ غوطے لگائے اور ہر مرتبہ بادشاہ سے یہی کہا کہ شاید مجھ ہی سے کوئی غلطی ہوگئی ہے۔ بادشاہ نے حاضرینِ دربار سے کہا: "نا اہلو! حاسدو! دیکھو مَیں اسی لیے ایاز کو زیادہ چاہتا ہوں کہ وہ اپنے سر الزام لے

Marfat.com

کہ میری غلطی کس خوبصورتی سے نباہ رہا ہے۔"

خواجہ حافظ شیرازیؒ نے فرمایا ہے :

گناہ اگرچہ نبود اختیارِ ما حافظ

تو در طریقِ ادب کوش و گو گناہِ من است

اسی طرح ایک بار سلطان محمود غزنوی نے گھوڑے پر سوار ہو کر زرو جواہر کی بہت سی تھیلیاں لیں اور درباری وزراء، امراء کو اپنے ساتھ آنے کا کہا۔ شہر کی ایک گلی میں جا کر اس نے ساری تھیلیاں زمین پر اُنڈیل دیں۔ سب کو حکم دیا کہ جو کچھ جس کے حصے میں آ گیا وہ اسی کی ملکیت ہوگا۔ خود گھوڑا دوڑا کر آگے نکل گیا۔ کافی دور جا کر اس نے پلٹ کر دیکھا تو ایاز سر جھکائے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ بادشاہ نے پُوچھا: "تم نے زرو جواہر کیوں نہیں چُنے"؟ ایاز نے تاریخی جواب دیا کہ: "مجھے زرو جواہر کی نہیں، ان کے مالک کی ضرورت ہے"!

پابندیٔ شریعت

اعلیٰ حضرت پیر پٹھان خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کے کسی مرید کو خواب میں سرورِ کائناتؐ کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس نے خوشی خوشی سب کو بتانا شروع کر دیا۔ آپؒ کو پتہ چلا تو آپؒ نے اسے بلا کر فرمایا: "یہ تو کوئی کمال کی بات نہیں۔ آنحضرتؐ کو تو ابوجہل نے بھی دیکھا تھا۔ کمال تو یہ ہے کہ مستقل مزاجی سے آپؐ کے نقشِ قدم پر چلو اور خدا و رسولؐ کے احکام سے کبھی رُوگردانی نہ کرو"۔

لاعلاج مرض کا علاج

کسی کاغذ پر ۱۱۹ بار "یا سلام" لکھ کر اسے پانی میں ڈال دیں۔ تھوڑا تھوڑا پانی صبح د

Marfat.com

شام مریض کو پلاتے رہیں جب تک کہ کاغذ پر روشنائی کے آثار نظر آتے رہیں۔ جب ختم ہو جائیں تو پھر سے یہی عمل کریں۔ انشاء اللہ شفا ہوگی۔

❖ پھوڑے پھنسی کے لیے عمل

باوضو ہو کر، اوّل و آخر تین تین بار درود شریف پڑھیں اور پھر ایک ہزار مرتبہ یہ پڑھیں:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَاَنْتَ لَا تَکْبَرُ

وظیفہ ختم کر کے تیل پر دم کرلیں۔ ہر قسم کے پھوڑے پھنسی کے لیے مجرب عمل ہے۔

❖ ادائگیِ قرض

نمازِ عشاء میں دو سُنّتوں اور وتروں کے درمیان دو نفل ادا کریں۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد دس دس بار سورۂ اخلاص پڑھیں۔ بعد میں ستّر بار یَا وَھَّابُ کہیں۔ اللہ تعالیٰ قرض جلد ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا اور دین و دُنیا میں کسی کا محتاج نہیں کرے گا۔

❖ ہر میدان میں فتح

فجر کی نماز کے بعد ہر روز سو بار رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ پڑھے۔

پریشانیاں خوشیوں میں بدل جائیں گی۔ طاقتور دشمن کے ظلم و ستم سے نجات ہوگی اور اللہ تعالیٰ ہر میدان میں کامیابی عطا فرمائے گا۔

❖ برائے توقیر

حصولِ عزّت کے لیے اور حلِ مشکلات کے لیے اوّل آخر درود شریف کے ساتھ یہ شعر پڑھے؛

"بہ گیسوئ شہیدِ کربلا و روئ گلگونش
گرہ از کارم ای مشکل کشا! مشکل کشا! بکشا!"

"گرہ از کارم" کہتے وقت مقصد ذہن میں رکھے۔

❖ حفظِ بصارت

ہر قسم کے آشوبِ چشم کے علاج اور بینائی کی سلامتی و بحالی کے لیے ہر نماز کے بعد یہ آیۂ کریمہ سات بار پڑھ کر آنکھوں پر دم کرے۔ اوّل و آخر سات سات بار درُود شریف ضروری ہے؛

"فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآئَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ"

❖ سلامتیِ سفر

سفر پر روانہ ہونے سے پہلے فجر کی نماز کے بعد سات بار سورۂ یٰسین کا پہلا رکوع پڑھیں انشاء اللہ سفر بخیریت گذرے گا۔

❖ تسہیلِ ولادت

۱۔ دردِزہ کی شدت میں یہ شعر (منقولہ باوا فریدالدّین گنج شکرؒ) پڑھ کر تین چھوارں

Marfat.com

پر دم کرکے مریضہ کو کھلائیں، بآسانی ولادت ہو جائے گی:

"مرا جا شد، خرم را نیز جا شد

زنِ دہقان بزاید یا نزاید"

۲۔ جلی قلم سے "یَاخَشِیْنُوْد" لکھ کر مریضہ کے سامنے رکھ دیں اور اسے تاکید کریں کہ اس پر نظریں جمائے رکھے۔ تکلیف میں کمی ہو جائے گی۔

۞ سانپ اور بچھو وغیرہ سے امان

مغرب کی نماز کے بعد ہر روز تین بار یہ آیت پڑھنے سے آدمی زہریلے کیڑوں سے محفوظ رہتا ہے: "سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ"

۞ شفائے معدہ

معدہ خراب رہتا ہو تو یہ آیت لکھ کر پانی کی بوتل میں ڈال دیں اور صبح و شام مریض کو اس میں سے تھوڑا تھوڑا پانی پلاتے رہیں۔ انشاء اللہ شفا ہو گی:

"وَکَانَ فِی الْمَدِیْنَۃِ تِسْعَۃُ رَھْطٍ یُّفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ"

۞ بچے کا رات کو ڈرنا اور رونا

کوئی بچہ رات کو سوتے وقت ڈرتا ہو یا بہت روتا ہو تو صبح و شام اس کے دائیں اور بائیں کان میں تین تین بار یہ پڑھ کر پھونکیں:

"لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ"

۞۞۞

Marfat.com

تحریر: صفدر حسین حامد

ایک یادگار مجلس

۲۹ صفر المظفر ۱۴۰۶ھ / ۱۳ نومبر ۱۹۸۵ء بروز بدھ

راقم الحروف فقیر صفدر حسین حامد، مولانا محمد رمضان قمری، صوفی عبدالغفور، صوفی محمد اشرف، شیخ زاہد احمد، ڈاکٹر عبدالمجید، عبدالحفیظ بھٹی اور عزیز محمد شاہد۔ حضرت خواجہ حافظ غلام سدیدالدین معظمی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت اور دربارِ معظمیہ پر حاضری کی نیت سے ساڑھے دس بجے معظم آباد (مرولہ شریف) پہنچے۔ اڈے سے دربار کو جانے والی سیدھی گلی اور بازار میں واٹر سپلائی کے لیے کھدائی ہو رہی تھی۔ اسی گلی میں حضرت صاحبزادہ حمیدالدین احمد صاحب مدظلہ العالی سے ملاقات ہوئی اور انہی کی معیت میں ہم آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے۔ صاحبزادہ صاحب نے بتایا کہ حضرت صاحب قبلہؒ غسل فرما رہے ہیں۔ ہم لوگ آپؒ کے انتظار میں بیٹھ گئے۔

تھوڑی دیر بعد آپؒ غسل خانہ سے باہر تشریف لائے۔ ہمیں قدمبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپؒ نے بڑے اصرار سے کرسیوں پر بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ راقم اور مولانا

Marfat.com

قمری صاحب سرہانے کی جانب بچھی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے مگر روح آپؒ کے قدموں میں تھی۔

آپؒ نے فرمایا: "آج بدھ ہے اور خواجگانِ چشتؒ کا معمول ہے کہ بدھ کو غسل فرماتے تھے۔ مَیں بھی سُنّتِ مشائخ پر عمل کر رہا تھا۔ آج "آخری چہار شنبہ" بھی ہے عاشقانِ رسولؐ کے لیے یہ دن عید سے کم نہیں ہے۔ اس دن آنحضرتؐ کی بیماری میں افاقہ ہوا تھا۔ اس لیے آج مَیں نے غسل کیا ہے۔"

آپؒ کے سرہانے چارپائی پر سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا مجموعۂ ملفوظات "فوائد الفواد" رکھا تھا۔

آپؒ نے فرمایا: "مَیں ہر روز پابندی سے اس کا مطالعہ کرتا ہوں اور کئی کئی گھنٹے اسی میں منہمک رہتا ہوں۔ سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں فوائد الفواد شریف سے بڑھ کر اور کوئی بھی کتاب معتبر اور مستند نہیں کیونکہ اس کے مصنّف میر حسن علاء سجزی جنہیں منشی صاحبؒ بھی کہا جاتا تھا اور خود خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ انہیں پیار سے منشی صاحبؒ کہا کرتے تھے، ملفوظات قلمبند کرنے کے بعد خواجہ محبوب الٰہیؒ کی بارگاہِ ناز میں پیش فرماتے اور حضرت سلطان الاولیاء زری زر بخشؒ انہیں پڑھ کر ان کی توثیق کر دیا کرتے تھے اس لیے اس کے مطالب کی صحت میں کوئی کلام نہیں۔"

اس کے بعد آپؒ نے اپنے شیخ حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہ العزیز کے بارے میں گفتگو شروع کر دی اور فرمایا: "ایک مرتبہ میں حضرت شیخ الاسلام سیالویؒ کی معیت میں سفر میں تھا۔ ہم لاہور میں ایک پیر بھائی کی کوٹھی پر پہنچے۔ وہاں پہنچ کر

Marfat.com

آپؒ نے دریافت فرمایا کہ آج کونسا دن ہے؟ عرض کیا گیا کہ بُدھ ہے۔ آپؒ نے غسل کا ارادہ کیا مگر کوٹھی میں کسی وجہ سے پانی خیر تھا۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "چلیں کسی دوسری جگہ چل کر نہاتے ہیں۔" کار پر میاں میرؒ کے قریب نہر پر گئے۔ آپؒ نے فرمایا: "یہیں غسل کرتے ہیں۔" مَیں نے دست بستہ عرض کی کہ حضور فی الحال آپؒ تشریف رکھیں۔ مَیں پہلے نہر میں داخل ہو کر پانی کی کیفیت معلوم کرتا ہوں، پھر آپؒ غسل فرمائیں ساتھ ہی مَیں نے چادر باندھی اور نہر میں چھلانگ لگا دی۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کنارے پر کھڑے تھے۔ آپؒ نے مجھے دیکھ کر یہ شعر پڑھا:

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق

عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

مَیں نے نہر میں جا کر اندازہ کر لیا کہ پانی صاف ہے، چار پانچ فٹ گہرا ہے اور کانٹے وغیرہ بھی نہیں ہیں، باآسانی نہایا جا سکتا ہے تو مَیں نے عرض کی کہ بندہ نواز اب آپؒ بھی نہا لیجئے۔ چنانچہ حضرت شیخ الاسلامؒ نے وہیں غسل فرمایا۔"

(نوٹ: اس واقعے سے بھی بُدھ کے غسل کی اہمیت معلوم ہوتی ہے)

اسی اثنار میں آپؒ کے حکم پر صاحبزادہ حمید الدّین صاحب مدظلّہ بنفسِ نفیس ہمارے لیے میٹھی لسّی بنوا کر لائے جسے ہم نے انتہائی رغبت سے نوشِ جاں کیا۔

حضرتؒ نے زیادہ تر شیخ الاسلام سیالویؒ کی زندگی کے حالات ہی سُنائے۔

فرمایا: "حضرت شیخ الاسلامؒ کی ہمرکابی میں بڑے بڑے عجیب واقعات دیکھنے میں آئے۔ ایک بار جھنگ کے ایک گاؤں میں تشریف لے گئے۔ وہاں کافی پیر بھائی

Marfat.com

تھے۔ انہوں نے انتہائی والہانہ انداز میں استقبال کیا اور خوب خاطر مدارات کی۔ رات وہیں گذاری۔ علی الصبح شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ آج ہی تونسہ شریف چلنا ہے۔ میں نے عرض کی کہ حضورؒ کا پہلے سے تو اس مقدس سفر کا ارادہ نہیں تھا۔ اچانک ہی الہامی پروگرام بن گیا ہے، اس میں کیا مصلحت ہے؟ آپؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

"یہاں کے لوگوں نے جس وارفتگی سے استقبال کیا ہے اور جس خلوص وعقیدت سے خدمت کی ہے اس کو دیکھ کر نفس میں کبر ونخوت پیدا ہوگئی ہے۔ اب جب تک اسے تونسہ شریف کی حاضری میں ذلیل وخوار نہیں کر لیتے، کام نہیں بنتا۔"

چنانچہ اسی وقت براستہ فیصل آباد تونسہ مقدسہ کو روانہ ہوئے۔ راستے میں کوٹ ادّو کے قریب ارشاد فرمایا کہ یہاں ایک بابا رہتا ہے، اس نے کئی بار دعوت دی ہے اور میں نے اس سے وعدہ بھی کیا ہے کہ کسی دن اس کے ہاں ٹھہروں گا۔ کیوں نہ آج کی رات اسی کے ہاں قیام کیا جائے؟ صبح تونسہ شریف حاضر ہو جائیں گے۔ بڑی مشکل سے بابا کا گھر ڈھونڈا۔ گھر کیا تھا، گھاس پھوس کی ایک خستہ حال سی جھونپڑی تھی جس میں ایک غیر متوازی چارپائی اور ایک پرانی سی چٹائی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ بابا حضرتؒ کی آمد کی خوشی میں آپے سے باہر ہوا جاتا تھا۔ کافی دیر بعد رات کے کھانے کے لیے بابا ایک مرغا لے آیا جس کی عمر خود بابا جی سے بھی دو چار سال زیادہ ہی ہوگی ایک ضعیف العمر پتیلا بھی آ گیا۔ میں نے مرغا ذبح کیا، گوشت پتیلے میں ڈال کر چار پانچ گھنٹے آگ پر رکھا۔ یوں سالن تیار ہوا۔ مگر آپؒ نے فرمایا کہ روٹیاں دودھ ہی سے کھا لیتے ہیں۔ مرغے کا سالن صبح بابا کے حوالے کر دیں گے۔ خیر سب نے دودھ سے روٹی کھا لی

Marfat.com

رات اسی جھونپڑی میں بسر کی۔ ہم لوگ چٹائی پر سوئے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا کہ نفس کُشی کا یہ سبق بھی مجرب ہے۔

اگلی صبح تونسہ شریف حاضر ہوئے۔ حاضری کے بعد حضرت شیخ الاسلامؒ نے نے فرمایا کہ اب باہر والے قبرستان میں حضراتؒ کے مزارات پر بھی جانا ہے۔ یہ قبرستان شہر سے کافی دُور ہے۔ ننگے پاؤں پیدل روانہ ہوئے۔ جُوتے کار میں پڑے تھے۔

گرمی زوروں پر تھی۔ ریت تپ کر سُرخ ہوا چاہتی تھی۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد تلووں کی جلن ناقابلِ برداشت ہونے لگتی تو ایک دو منٹ کے لیے پاؤں کے نیچے رومال رکھ کر کھڑے ہو جاتے اور مجھے بھی ایسا ہی کرنے کا حکم فرماتے۔ قبرستان پہنچتے پہنچتے جسم پسینے سے شرابور ہو گیا۔ خیر آپؒ نے نہایت ذوق وشوق سے مزارات پر حاضری دی۔ آپؒ کے حکم کے مطابق غلام حیدر ڈرائیور وہیں کار لے آیا تھا۔ حاضری کے بعد وہیں سے واپسی ہوئی۔"

جب آپؒ یہ واقعہ سُنا چکے تو پھر فوائد الفواد کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ مولانا قمری صاحب نے عرض کی کہ میرا بھی معمول ہے کہ ہر روز اس کا کچھ نہ کچھ مطالعہ کرتا ہوں۔ راقم نے عرض کی کہ احقر دو مرتبہ اس کا مطالعہ مکمل کر چکا ہے۔ حضرت ابوطالب کے متعلق ایک ملفوظ میری نظر سے گذرا ہے۔ آپؒ نے فرمایا: "اتفاق سے وہی ملفوظ آج میں نے بھی پڑھا ہے۔" پھر فوراً کتاب اٹھا کر وہ ملفوظ دوبارہ سُنایا۔

مَیں نے عرض کیا کہ ایک بار حضرت شیخ الاسلام والمسلمینؒ چنیوٹ کے قریب

Marfat.com

راؤباغ میں جلوہ فرماتھے۔ مَیں نے درخواست کی کہ ایمانِ ابوطالب کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔ تو آپؒ نے فرمایا کہ "جو احادیث بظاہر ان کے ایمان کی نفی کرتی ہیں، انہی میں تفکر و تدبر کیا جائے تو آپؒ کے ایمان کا اثبات ملتا ہے"۔ راقم کی نظر سے فوائد الفواد کا یہ ملفوظ بعد میں گزرا ہے جبکہ شیخ الاسلامؒ کا وصال ہوچکا ہے ورنہ یہ ملفوظ آپؒ کی خدمت میں پیش کرکے اشکال رفع کرالیتا۔

اسی دوران مولانا قمری صاحب نے کہا کہ ایک مرتبہ میرے سامنے بھی حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ "حضرت ابوطالب کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں"۔

حضرت خواجہ غلام سدید الدین معظمیؒ نے یہ ساری باتیں سُن کر فرمایا:

"فوائد الفواد کے اس ملفوظ میں بھی کوئی گنجائش نہیں ہے اور اسلام اور حضرت رسالتمآبؐ کے لیے ان کی خدمات بھی واقعی بہت زیادہ ہیں۔ بہرحال اس معاملے میں توقّف ہی بہتر ہے۔ ہم توقّف کرلیتے ہیں"۔ ①

اس گفتگو کے بعد ہم نے روضہ مبارک پر حاضری کی اجازت چاہی اور حضرت خواجہ محمد معظّم الدّین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پُرانوار پر حاضری سے روحانی تشنگی دُور کی۔ آستانہ عالیہ کی نئی مسجد زیرِ تعمیر تھی۔

---

① یہ واقعہ حضرتؒ کی مرنجاں مرنج، غیر متعصب اور غیر متشدّد طبیعت کا آئینہ دار ہے۔ نزاعی مسائل میں آپؒ ہمیشہ راہِ اعتدال کو پسند فرماتے تھے۔ یہ واقعہ متعصب اور تشدّد پسند علماء و مشائخ کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ مُعین نظامی

Marfat.com

حاضری کے بعد دوبارہ آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو راقم نے عرض کی کہ پُرانے گنبد کی موجودگی میں بندہ حضرت میاں شیر محمدؒ صاحب دام ظلہٗ (ڈنانگو والی) کے ہمراہ حاضر ہوتا رہا ہے اور گنبد شریف کی تعمیرِ نو کے دوران دو بار اینٹیں اٹھانے کی سعادت بھی حاصل ہوئی ہے۔

ساڑھے گیارہ بجے دُعا اور اجازت کی التماس کی۔ رخصت ہوتے ہوئے راقم نے ایک مقروض دوست کے بارے میں عرض کی۔ آپ نے فرمایا:

"مغرب کی نماز کے بعد ہر روز" سورۂ واقعہ" اور ہر نمازِ فجر کے بعد ستّر بار "یَا وَھَّابُ" کا وِرد کرنے سے انشاءاللہ العزیز قرض سے نجات مل جائے گی"۔

پھر آپؒ نے ہمارے لیے دُعا فرمائی۔ ہم نے قدمبوسی کی اور صاحبزادہ حمیدالدّین احمد صاحب سے ملاقات کے بعد واپسی ہوئی۔

❖❖❖

ملفوظاتِ سیدیہؒ

حصّۂ اوّل

اس حصے میں وہ ملفوظات ہیں جو میں نے ۱۹۷۵ء سے لے کر ۱۹۷۸ء تک کے چار سالوں میں وقتاً فوقتاً قلمبند کیے۔ چونکہ اس وقت میری عمر صرف تیرہ چودہ برس تھی، اس لیے میں زیادہ تر ایسی باتیں ہی نوٹ کیا کرتا تھا جو میرے لیے قابلِ فہم ہوتیں اور جن کا لکھنا میرے لیے آسان ہوتا تھا۔

میرے تحریر کردہ اس قلمی مجموعۂ ملفوظات کے بعض منتخب حصے خانقاہِ معظمیہ معظّم آباد کے صد سالہ عہدِ روحانیت کی تاریخ "ہو المعظّم" میں اشاعت پذیر ہو چکے ہیں۔ ①

(مُعین نظامی)

✤ پہلی مجلس

نو دس افراد مجلس میں حاضر تھے۔ عشق کے موضوع پر باتیں ہو رہی تھیں۔ آپؒ نے فرمایا:

① ہو المعظّم، صاجزادہ غلام نظام الدین، اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور۔ ۱۹۷۹ء، از صفحہ ۲۹۹ تا صفحہ ۳۰۸۔

Marfat.com

"میرے جدِ امجد حضرت خواجہ معظم الدین قدس سرہ العزیز کو پیر سیالؒ کے تمام خلفا میں "معلمِ عشق" کہا جاتا تھا اور اعلیٰ حضرت سیالویؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جس نے عشق کا سبق پڑھنا ہو وہ مولانا معظم الدینؒ کے سامنے زانوئے تلمّذ تہ کرے۔ اسی کے صدقے میں اب یہ حال ہے کہ خاندانِ معظمیہ کے ہر فرد کی رگ رگ میں عشق سرایت کر چکا ہے اور جسم کے ہر حصے میں عشق ہی رچا بسا ہے۔"

پھر آپؒ نے یہ اشعار پڑھے :

اے عشق تُو نے اکثر قوموں کو کھا کے چھوڑا

جس گھر سے سر اُٹھایا، اس کو بٹھا کے چھوڑا

یعقوبؑ سے بشر کو دی تُو نے ناصبوری

یوسفؑ سے پارسا کو دھبّا لگا کے چھوڑا

پھر آپؒ نے فرمایا: "عشق کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل حقیقی، دوّم مجازی۔ بعض بزرگ اور علماً پہلے مجازی عشق میں مبتلا ہوئے اور پھر حقیقت کی طرف ان کے عشق کا امالہ ہو گیا۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ " المجاز قنطرۃ الحقیقۃ "۔ مولانا جامیؒ "یوسف و زلیخا" میں فرماتے ہیں :

متاب از عشق او گرچہ مجازیست

کہ آں بہرِ حقیقت کارسازیست

اس سلسلے میں مولانا فخر الدین عراقیؒ کی مثال مشہور و معروف ہے۔ وہ عشقِ مجازی کی کٹھالی میں اذیتیں جھیل رہے تھے کہ حضرت خواجہ بہاء الدین زکریاؒ کی نگاہِ کرم نے انہیں حقیقت آشنا کر کے کُندن بنا دیا۔ اسی قلندر مشرب عراقیؒ نے پھر ایسی زندۂ جاوید عارفانہ و صوفیانہ

Marfat.com

شاعری کی:

نخستین بادہ کاندر جام کردند
زچشمِ مستِ ساقی وام کردند
بہ عالَم ہر کجا درد و غمی بود
بہم کردند و عشقش نام کردند
چو خود کردند رازِ خویشتن فاش
عراقیؒ راچرا بدنام کردند

اس کے بعد گفتگو کا رُخ شعروشاعری کی طرف مڑگیا۔ آپؒ نے فرمایا:
"عزیز رفیع الدین نے بھی لڑکپن میں ایک غزل کہی تھی جس کے چند اشعار یہ ہیں:

ہونٹ پتلے، آنکھ مستانی، شباب آنے کو ہے
اس پری کے حُسن میں اِک انقلاب آنے کو ہے
ہوشیار اے توبہ اب اس مغبچے کے ہاتھ سے
میرے دستِ شوق میں جامِ شراب آنے کو ہے
اس قدر مجھ کو جلا ڈالا ہے سوزِ عشق نے
دل کے ہر ٹکڑے سے اب بُوئے کباب آنے کو ہے"

پھر فرمایا: "مَیں نے بھی ایک شعر کہا تھا:

نیست اندر جملہ عالَم غیرِ عشق
سیر فی اللہ درحقیقت سیرِ عشق"

Marfat.com

اس کے بعد آپؒ نے میرے اصرار پر اپنے دو اور شعر بھی سنائے :

"تو ای شہبازِ قصرِ لامکانی

بہ اشکالِ تعیّن ہا خرامی

مرا یک جرعہ از دردِ نہان بخش

طفیلِ حافظؒ و سعدیؒ و جامیؒ

پھر فرمایا: "غلام نظام الدّین کے اُردو کلام میں سے مجھے یہ دو بیتی بہت اچھی لگی ہے۔ اس میں بھی وہی "المجاز قنطرة الحقيقة" والی بات کہی گئی ہے اور یہ فصاحت و بلاغت کا ایک اچھا نمونہ ہے :

ربط ہے مجھ کو حُسن والوں سے

کالی زُلفوں سے، سُرخ گالوں سے

بات کہتا ہوں حُسنِ مُطلق کی

کیسے کیسے حسیں حوالوں سے

پھر فرمایا: "سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے مشہور شیخ حضرت خواجہ فخر الدّین فخرِ جہاں دہلویؒ بڑے پائے کے بزرگ تھے۔ کئی ظاہر پرست علماء نے آپؒ پر فتوے لگائے، مگر آپؒ نے ان کی کوئی پروا نہ کی۔ ایک مرتبہ ایک مولانا آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خواجہ فخرِ جہاںؒ نے حسبِ معمول ان کی بہت خاطر تواضع کی۔ اتنے میں نماز کا وقت ہوا تو آپؒ نے مولانا سے جماعت کرانے کا کہا۔ مولانا نے بہت اصرار کیا کہ آپؒ خود امام بنیں مگر حضرتؒ نہ مانے۔ آخر مولانا نے حسب الحکم جماعت کرائی۔ سلام پھیر کر مولانا نے دیکھا تو خواجہ فخرِ جہاںؒ کو

حالتِ قیام میں پایا اور ہنس کر ان سے پوچھا: "حضرت کہاں پہنچ گئے آپ"؟

خواجہ صاحبؒ نے جواب دیا: "مولانا! میں تو کہیں نہیں گیا مگر جب آپ گھر چلے گئے تو میں کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔" مولانا پاؤں پر گر پڑے اور عرض کی: "حضور! واقعی میرا خیال گھر کی طرف تھا۔"

پھر فرمایا: "حضرت خواجہ فخرِ جہاںؒ اس سلسلے کے فخر المشائخ ہیں۔ آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر اور اس کے اکثر اہلِ خاندان آپؒ سے بیعت تھے۔ آپؒ بھی بہادر شاہ ظفر پر بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔ بادشاہ کے ضخیم اُردو دیوان میں اپنے پیرو مرشد کی مدح میں کئی اشعار موجود ہیں مثلاً:

اے ظفر! میں کیا بتاؤں تجھ سے جو کچھ ہوں سو ہوں
لیکن اپنے فخرِ دیںؒ کے کفش برداروں میں ہوں"

❖ دوسری مجلس

نومبر ۱۹۷۵ء میں میو ہسپتال لاہور میں حضرتؒ کی آنکھ کا اپریشن تھا۔ اے۔ وی۔ ایچ کے گراؤنڈ فلور کے ایک کمرے میں بہت سے لوگ حاضرِ خدمت تھے۔ میں معظم آباد کے ایک قافلے کے ساتھ حاضر ہوا۔ آپؒ نے اتنی محبت و شفقت فرمائی کہ بیان سے باہر ہے۔

دورانِ گفتگو فرمایا: "پروفیسر ڈاکٹر منیر الحق صاحب نے مجھے کئی چیزوں سے پرہیز کرنے کو کہا ہے۔ مگر میرا پختہ یقین ہے کہ میں جو چیز بسم اللہ پڑھ کر کھاؤں گا، وہ مجھے ہرگز تکلیف نہیں دے گی۔"

Marfat.com

پھر آپؒ نے فرمایا: "جولائی ۱۹۷۵ء میں اپنے تانگے سے گرنے کے بعد، مجھے اس آنکھ میں تکلیف شروع ہوگئی تھی۔ سرگودھا میں ڈاکٹر خالد سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ آنکھ کا پردہ پھٹ چکا ہے اور پردہ تبدیل کیے بغیر آنکھ ٹھیک نہیں ہوسکتی۔ بعد میں مَیں نے حضرت شیخ الاسلام سیالویؒ سے تبدیلیِ پردہ کا اپریشن کرانے کی اجازت چاہی تو آپؒ نے فرمایا جو آنکھ سینما اور کلب کی رنگینیاں دیکھنے کی عادی ہو اسے آپ کے چشم خانے میں لگوانے کی اجازت مَیں کبھی نہیں دے سکتا۔"

✥ تیسری مجلس

اس روز آپؒ کی طبیعت بہت بشاش تھی اور آپؒ اہلِ محفل سے خوش طبعی کر رہے تھے۔ آپؒ نے فرمایا:

"اسلام میں خوش طبعی اور ہنسی مزاح کی ممانعت نہیں ہے۔ رسولِ کریمؐ خود بھی گاہے بگاہے خوش طبعی فرمالیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک بڑھیا آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ "دُعا فرمائیں کہ مَیں جنّت میں جاؤں"۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: "بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی۔" یہ سُن کر بڑھیا رونے لگی۔ یہ دیکھ کر حضورؐ نے فوراً اسے تسلّی دیتے ہوئے فرمایا: "بے شک بُوڑھی عورتیں بڑھاپے کی حالت میں جنّت میں داخل نہیں ہوں گی بلکہ وہ جوانی کی حالت میں جنّت میں جائیں گی۔"

حضورؐ کے اس ارشاد سے بڑھیا کی تسلّی ہوئی۔

اسی طرح ایک بار کسی صاحب نے بارگاہِ رسالت مآبؐ سے اونٹ کا سوال کیا تو

Marfat.com

آپؐ نے فرمایا: "مَیں آپ کو اونٹ کا بچّہ دوں گا"۔ سائل نے عرض کی "حضورؐ! مجھے تو اونٹ چاہیے، اونٹ کا بچہ میرے کس کام کا"؟ اس پر آنحضرتؐ نے مُسکرا کر فرمایا:

"اونٹ بھی تو اونٹ ہی کا بچّہ ہوتا ہے"!

پھر فرمایا:

"ایک مرتبہ بارگاہِ رسالتؐ میں بہت سی کھجوریں پیش کی گئیں۔ سرورِ کائناتؐ نے تمام کھجوریں صحابہ کرامؓ میں بانٹ دیں۔ حضرت علیؓ، حضرت رسولِ کریمؐ کے پاس ہی بیٹھے تھے۔ حضورِ اکرمؐ اپنے حصّے کی کھجوریں کھا کر گٹھلیاں حضرت علیؓ کے سامنے پڑی ہوئی گٹھلیوں میں رکھتے رہے۔ کھجوریں کھا لینے کے بعد آنحضرتؐ نے ازراہِ خوش طبعی فرمایا:

"علیؓ! تم نے سب سے زیادہ کھجوریں کھائی ہیں"!

حضرت علیؓ بات سمجھ گئے۔ انہوں نے مُسکرا کر عرض کی:

"جی ہاں یا رسول اللہؐ! اور یوں لگتا ہے جیسے آپؐ تو اپنے حصے کی کھجوریں گٹھلیوں سمیت ہی کھا گئے ہیں"!

پھر فرمایا: "ہنسنے ہنسانے کی اجازت تو ہے لیکن ایک حد کے اندر، کیونکہ بہت زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے اور جب دل ہی مر گیا تو پھر باقی کیا رہا"؟

پھر کچھ دیر سکوت کے بعد آپؒ نے شیخ سعدی قدس سرہ العزیز کا یہ شعر پڑھا اور مجلس برخاست ہوئی:

ای مرغِ سحر عشق ز پروانہ بیاموز
کان سوختہ را جان شد و آواز نیامد

✥ چوتھی مجلس

۴ ربیع الاوّل ۱۳۹۶ھ / ۵ مارچ ۱۹۷۶ء بروز جمعۃ المبارک۔ آج کے خطبۂ جمعہ کا موضوع "مذہبِ شیعہ" تھا۔ بعض احباب کے اصرار پر آپؒ نے مختصر الفاظ میں شیعہ فرقہ کی تاریخ اور اس کے عقائد و نظریات پر روشنی ڈالی۔

آپؒ نے فرمایا: "اس فرقہ کی بنیاد "عبداللہ بن سبا" نے رکھی۔ عبداللہ یہودی تھا مگر بعض مصلحتوں کے پیشِ نظر منافقانہ طور پر اس نے قبولِ اسلام کا ڈھونگ رچایا جب اسے یقین ہو گیا کہ سیاسی و سماجی میدانوں میں مسلمان اب کسی سے شکست نہیں کھائیں گے تو اس نے اسلام کو کمزور کرنے اور اہلِ اسلام کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لیے سازشوں کا جال بچھایا۔

منافقوں کے اس سردار نے اندر ہی اندر اپنا ایک الگ فرقہ بنانا شروع کر دیا اور "حُبِّ اہلِ بیت" کو اپنے مذہب کا عنوان بنا دیا۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ اہلِ بیتِ رسولﷺ کی محبت جزوِ ایمان ہے۔ ہر اس مسلمان کا یہی عقیدہ ہے جسے نبی کریمﷺ کی ذاتِ بابرکات سے عشق و محبّت ہے لیکن عبداللہ نے جس "حُبِّ اہلِ بیت" کا نعرہ لگایا وہ عشق و عقیدت اور احترام پر مبنی نہیں تھی بلکہ اس کے پسِ پردہ سیاسی انتشار و افتراق پھیلانے کے مذموم عزائم کارفرما تھے۔

حضرت عثمانؓ کے سفاکانہ قتل کی سازش بھی اسی گروہ نے کی۔ اکابر صحابہؓ اور اُمہات المومنینؓ کے خلاف پروپیگنڈہ مہم بھی انہی لوگوں نے چلائی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ پر

Marfat.com

تہمت لگانے والے بھی یہی لوگ تھے۔ اگر قرآن کریم حضرت عائشہؓ کی عفت و پاکدامنی کی گواہی نہ دیتا تو یہ لوگ اپنی سازش میں کامیاب ہو گئے تھے اور حضرت حسان بن ثابتؓ جیسے اہم لوگ بھی ان کے مسموم حربوں کی زد میں آچکے تھے۔

اگر تاریخ کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو حضرت امام حسینؓ کو شہید کرانے میں بھی انہی نام نہاد محبینِ اہلِ بیت ہی کا ہاتھ نظر آتا ہے۔

اس فرقے کی بھی کئی شاخیں ہیں۔ ان میں سے بعض گروہ حضرت علیؓ کو خدا کا درجہ دیتے ہیں۔ بعض کے نزدیک معاذ اللہ نبوت کے اصل حقدار حضرت علیؓ تھے۔ جبریلؑ غلطی سے حضرت محمدؐ پر وحی لے آئے۔

"تقیہ" اور "متعہ" دو ایسے عقیدے ہیں جو کسی بھی باغیرت اور عقلمند مسلمان کے لیے قابلِ قبول نہیں۔ شیعہ فقہ نہایت آزاد فقہ ہے۔ اس میں کوئی پابندیاں نہیں۔ ان کے علماء حسبِ ضرورت اور حسبِ منشاء اجتہاد کرتے رہتے ہیں۔ علماء کا یہی اجتہاد ان کے ہاں مذہب کا قانون بن جاتا ہے۔ بعض منچلے تو صرف اسی وجہ سے شیعہ ہو جاتے ہیں کہ مذہب کی آڑ لے کر کھل کھیلنے کے مواقع مل جاتے ہیں۔

اخلاقی اعتبار سے یہ لوگ اتنے کمزور ہوتے ہیں کہ دوسروں کو بُرا بھلا کہنا، گالیاں دینا، ان کے نزدیک ان کے ایمان کا حصّہ ہے۔ جس فرقے کی بنیاد ہی تعصب، عداوت، بُغض، کینہ اور فحش گوئی پر ہے، وہ برحق کیسے ہو سکتا ہے؟

پانچویں مجلس

آپؒ نے فرمایا: "جہاں تک ہو سکے لقمۂ حرام نہ کھاؤ۔ رزق حرام ہو تو نہ عبادت

Marfat.com

میں کوئی لطف ہوتا ہے اور نہ ہی وہ قبول ہوتی ہے جس کا رزق حرام ہو، اس کی دُعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں۔ امرار و سلاطین بزرگانِ دینؒ کی خدمت میں نذرانے بھیجا کرتے تھے، لیکن وہ قبول نہیں کرتے تھے کہ ان کی آمدنی مشکوک ہوتی ہے اور مشتبہ چیز کا استعمال خلافِ تقویٰ ہے۔"

پھر آپؒ نے اپنے والدِ گرامی حضرت خواجہ محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ سُنایا:

"ایک بار مَیں حضرت ثانی علیہ الرحمۃ کے ہمراہ خواجہ آباد ٹوانہ گیا۔ وہاں نواب اللہ بخش ٹوانہ مرحوم کے گھر والوں نے بہت اصرار سے آپؒ کی دعوت کی۔ آپؒ نے ان کی دل شکنی سے بچنے کے لیے قبول فرمالی۔

مَیں مسجد میں عشار کی نماز ادا کر کے واپس آ رہا تھا کہ راستے میں مَیں نے دیکھا کہ نواب مرحوم کا خادم اور حضرت ثانیؒ کا جاں نثار مرید میاں غلام یٰسین چھپا کر کوئی چیز لا رہا تھا۔ مَیں نے پُوچھا "کیا ہے"؟ کہنے لگا: "حضرتؒ نے فرمایا ہے اپنے گھر کا پکا ہوا کھانا لاؤ، جو کچھ ہو وہی لاؤ۔ گھر میں ساگ پکا تھا، وہی لیے جا رہا ہوں۔"

نواب صاحب کے ملازم نے دسترخوان چنا تو حضرتؒ نے ایک نکر میں بیٹھ کر، سب کی آنکھ بچا کر وہی کھانا کھایا جو میاں غلام یٰسین اپنے گھر سے لایا تھا۔ نوابی کھانے کا ایک لقمہ تک آپؒ نے نہ چکھا۔ مَیں نے اس امر کی حکمت دریافت کی تو حضرتؒ نے فرمایا: "امرار کی آمدنی مشکوک ہوتی ہے، وہ لوگوں پر طرح طرح کے ظلم کرتے ہیں اور مال و دولت کے حصول کے لیے ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کرتے ہیں، لہٰذا مَیں ان کا لقمہ نہیں کھا سکتا۔"

یہ حکایت بیان کرتے وقت آپؒ کی آنکھوں سے ٹپاٹپ آنسو گر رہے تھے۔

❖ چھٹی مجلس

اس دن آپؒ اولیاء اللہ کی شان اور ان کے بلند مراتب کا ذکر فرما رہے تھے۔

آپؒ نے فرمایا: "جب آدمی ولایت کی کرسی پر متمکن ہو جاتا ہے تو خدا اس کا ہو جاتا ہے اور جب خدا اس کا ہو جاتا ہے تو خدا کی بنائی ہوئی تمام چیزیں بھی اس کے تصرف میں آ جاتی ہیں۔ جب انسان خدا کا ہو جائے تو خالق و مخلوق سب اس کے ہو جاتے ہیں:

تو ہم گردن از حکمِ داور مپیچ
کہ گردن نپیچد ز حکمِ تو ہیچ

خالق جس کا ہو جائے، اسے اور کسی چیز کی ضرورت بھی نہیں رہتی:

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اُٹھتے نہیں ہیں ہاتھ مرے اس دُعا کے بعد"

پھر آپؒ نے یہ واقعہ بیان کیا کہ: "ایک بزرگ کو خواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد کیا کہ: "اپنی ٹوپی مجھے دے دو اور مجھ سے جو چاہو لے لو"! بزرگ نے عرض کی: "یا الٰہی! تیرے پاس بدلے میں دینے کو تو کچھ ہے نہیں"۔ خدا نے فرمایا: "یہ کیسے ہو سکتا ہے، مَیں دونوں جہانوں کا مالک ہوں۔ زمین و آسمان کی تمام نعمتیں اور خزانے میرے ہیں۔ میرے پاس اس ٹوپی کے بدلے میں دینے کے لیے بہت کچھ ہے"۔ بزرگ نے عرض کی: "یا اللہ! میری ٹوپی کے بدلے میں دو چیزیں ہی ہو سکتی ہیں۔ ایک تُو اور دوسری تیری ساری کائنات۔ تُو پہلے ہی میرا ہے اور تیری کائنات کی مجھے حاجت نہیں"۔

Marfat.com

ساتویں مجلس

۲۶ جولائی ۱۹۷۷ء بروز منگل

آپؒ فقہ کی ابتدائی کتاب "نورالایضاح" کا سبق پڑھا رہے تھے۔ مولوی مختار احمد صاحب (مدرس جامعہ قمرالعلوم ۔ جی ۔ ٹی ۔ روڈ گجرات) نے پوچھا: "یہ کونسی کتاب ہے؟" آپؒ نے فرمایا: "نورالایضاح" ہے پھر فرمایا:

"حضرت علامہ پیر انور شاہ کاشمیریؒ (دیوبند) مصر گئے۔ وہاں کتب خانے میں آپؒ نے یہ کتاب دیکھی اور حکومتِ وقت سے ہندوستان لے جانے کی اجازت چاہی لیکن اس کی اجازت نہ ملی۔ پھر آپؒ نے اسے نقل کر لینا چاہا مگر اس کی اجازت بھی نہ مل سکی۔ ناچار آپؒ نے اس کے بنظرِ غائر مطالعے کی اجازت چاہی جو مل گئی۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے وہیں کتاب کا مطالعہ کیا اور ہندوستان واپس آکر چھپوالی۔ یہ تھا حضرت شاہ صاحبؒ کے حافظے کا حال! سُبحان اللہ: ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

این سعادت بہ زورِ بازو نیست

تا نہ بخشد خدائ بخشندہ"

پھر آپؒ نے فرمایا: "اچھے حافظے ہی کی بدولت حدیث شریف ہم تک پہنچی ہے۔ حضرت ابو موسیٰ ترمذیؒ اونٹ پر سوار ہو کر حج پر روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک جگہ ایک بہت بڑا جھکا ہوا درخت تھا۔ شتربان نے وہاں پہنچ کر کہا: "حضرت! سر ذرا نیچا کر لیں، کہیں اس درخت کی شاخیں نہ لگیں"۔ آپؒ نے سرِ مبارک جھکا لیا۔

Marfat.com

کئی سال بعد ایک مرتبہ پھر حضرت ترمذیؒ حج کو روانہ ہوئے۔ اب کی بار بھی سواری اونٹ ہی تھی۔ بڑھاپے کی وجہ سے آپؒ کی بینائی ختم ہو چکی تھی۔ اونٹ پر جاتے جاتے ایک خاص مقام پر پہنچ کر آپؒ نے سر جھکا لیا۔ شتربان کوئی اور تھا۔ اس نے پوچھا۔ آپ نے سر تو ایسے جھکا لیا ہے جیسے آگے کوئی جھکا ہوا درخت ہو اور اس کی ٹہنیوں سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو! آپؒ نے حیران ہو کر دریافت کیا: "تو یہاں درخت نہیں ہے"؟ شتربان نے کہا، "چٹیل میدان ہے، یہاں درخت کہاں"؟ آپؒ نے فرمایا: "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ چند سال پہلے میں حج پر جانے کے لیے یہاں سے گذرا تو یہاں ایک بہت بڑا درخت موجود تھا، فلاں گذشتہ منزل سے ٹھیک اتنے قدموں کے فاصلے پر"! چنانچہ قریب سے گذرتے ہوئے ایک بوڑھے نے یہ تکرار سُنی تو اس نے تائید کی کہ یہاں واقعی ایک چھتنار پیڑ تھا جو گر گیا ہے۔ اس پر اہلِ قافلہ نے حضرت ترمذیؒ کی قوّتِ حافظہ پر اظہارِ تعجب کیا۔ آپؒ نے فرمایا: "ہاں میرا حافظہ اچھا نہ ہوتا تو میں حدیث بیان کرنے کے قابل نہ رہتا۔"

پھر ارشاد فرمایا:

"حدیث کے بارے میں محدّثینِ کرام بہت چھان بین کیا کرتے تھے۔ مدینہ منورہ میں ایک صاحب کے پاس کوئی حدیث تھی لیکن سلسلۂ روایت میں ایک راوی کم تھا۔ انہیں معلوم ہوا کہ بغداد میں بھی کسی صاحب کے پاس یہی حدیث ہے۔ وہ حدیث سُننے بغدادی محدّث کے پاس پہنچے۔ پتہ چلا کہ وہ باہر اپنے کھیتوں میں گئے ہیں۔ مدنی محدّث بھی پوچھتے پوچھتے باہر چلے گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ صاحب خالی جھولی پھیلائے ہوئے ہیں اور اپنے بھاگے ہوئے گھوڑے کو پکڑنے کے لیے اسے یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ جھولی

Marfat.com

میں دانہ ہے۔ مدنی محدث نے پُوچھا: "آپ کی جھولی میں دانہ ہے"؟ بغدادی محدث نے کہا "نہیں"۔ اس پر مدنی محدث خاموشی سے لوٹنے لگے تو بغدادی محدث نے پُوچھا: "میاں بتائیے تو سہی آپ کیسے آئے تھے اور اب یوں اچانک کدھر چل دیے"؟

انہوں نے جواب دیا: "آیا تو سماعِ حدیث کے لیے تھا مگر آپ کا عمل دیکھ کر بن پُوچھے واپس جانے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ میرا آپ پر سے اعتقاد اُٹھ گیا ہے کیونکہ جو شخص جانور کو دھوکا دے سکتا ہے اس کا کیا بھروسہ ہے کہ وہ انسان کو دھوکا نہیں دے گا۔ معاف کیجئے گا آپ میری نظروں میں ثقہ نہیں رہے۔ اس لیے مَیں چلا"!

❖ آٹھویں مجلس

۲۷ جولائی ۱۹۷۷ء بروز بُدھ

صبح نو بجے کے قریب آپؒ مولوی مختار احمد صاحب کو "تفسیرِ جلالین" کا سبق پڑھا رہے تھے۔ سبق "سورۂ یوسفؑ" کے متعلق تھا۔

آپؒ نے فرمایا: "ہر نبی کے کچھ مخصوص معجزے ہوتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کا معجزہ عصا اور یدِ بیضا تھا اور حضرت عیسیٰؑ خدا کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت یوسفؑ کا ایک معجزہ یہ تھا کہ آپؑ خوابوں کی تعبیر بتایا کرتے تھے اور وہ معجزانہ طور پر سچی ہوا کرتی تھی"۔

"حضرت یوسفؑ کی زندگی میں خوابوں کو ایک خاص اہمیّت حاصل ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ خواب نبوّت کا چالیسواں حصہ ہیں"۔

Marfat.com

پھر جب آپؒ اس آیت پر پہنچے :

"وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا"

یعنی زلیخا نے حضرت یوسفؑ کا قصد کیا اور حضرتؑ نے اس کا۔

تو آپؒ نے فرمایا : "اس آیت کی تفسیر حضرت شیخ محی الدین ابنِ عربیؒ نے یہ کی ہے کہ زلیخا نے یہ ارادہ کر لیا کہ خود بھی گناہ کرے اور اس میں حضرت یوسفؑ کو بھی آلودہ کرے۔ اور حضرتؑ نے یہ ارادہ کیا کہ خود بھی گناہ میں ملوث نہ ہوں اور زلیخا کو بھی کسی طرح بچا لیں۔"

اس کے بعد آپؒ نے تقریباً ایک گھنٹہ درس دیا۔ اس میں زیادہ تر حضرت یوسفؑ کے احوال کا بیان تھا۔ کہیں کہیں نحوی اور لغوی تحقیق کے نکات بھی بیان ہوئے جو میں نوٹ نہ کر سکا۔ درس کے اختتام پر آپؒ نے یہ شعر پڑھا :

حضرت یوسفؑ سے پُوچھو بگڑی بن جانے کی بات
چاک دامانی دلیلِ پاک دامانی ہوئی

✣ نویں مجلس

۱۲ اگست ۱۹۷۷ء بروز جمعۃ المبارک

کافی لوگ جمع تھے۔ خدمتِ شیخ کے موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی۔

آپؒ نے فرمایا :

"مرید کو اپنے شیخ کے ہر حکم کی تعمیل کرنی چاہیئے۔ اسی لیے خواجۂ شیرازؒ نے فرمایا ہے :

Marfat.com

بہ مئی سجادہ رنگین کن گرت پیرِ مغان گوید
کہ سالک بی خبر نبود زراہ و رسمِ منزلہا

بیعت کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے تمام ارادے اور خواہشات اپنے پیر کے تابع کر دے۔ پیر کے حضور میں مرید کو اپنی "انا" ختم کر دینی چاہیے۔ یہی فنا فی الشیخ کا مقام ہے۔

میرے جدِ امجد حضرت خواجہ محمد معظم الدین رحمۃ اللہ علیہ چودہ سال اور چار ماہ پیر سیال غریب نوازؒ کے آستانے پر شب و روز آپؒ کے درویشوں کی خدمت کرتے رہے۔ اعلیٰ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالویؒ کے ملفوظاتِ عالیہ "مرآۃ العاشقین" کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اس عرصے میں میرے جدِ امجد علیہ الرحمۃ نے جنگل سے ایندھن کاٹا، کھیتوں سے گندم کاٹی، جانور چرائے، کھانا پکایا اور اپنے شیخ کی ذاتی خدمت میں بھی کوئی کوتاہی نہ کی۔ اس سارے عرصے میں آپؒ غرورِ علم و زہد کا شکار نہیں ہوئے بلکہ ایسے کام کر کے آپؒ فخر محسوس کرتے تھے کہ حضرت شیخؒ نے مجھے یہ کام سونپ کر عزت بخشی ہے:

منت منہ کہ خدمتِ سلطان ہمی کنی!
منت ازو بدان کہ بہ خدمت گماشتت

پھر اس خدمت کا شایانِ شان صلہ بھی عطا ہوا۔ اعلیٰ حضرت سیالویؒ کے وصال کے بعد آستانۂ عالیہ تونسہ شریف کے سجادہ نشین حضرت خواجہ اللہ بخش کریم قدس سرہ نے حضرت ثانی سیالوی خواجہ محمد دین رحمۃ اللہ علیہ کو حکم دیا کہ وہ اعلیٰ حضرتؒ کے بڑے خلفاء کو تونسہ شریف بھیجیں۔ چنانچہ حضرت پیر حیدر شاہ صاحب جلالپوریؒ، حضرت پیر فضل دین

Marfat.com

صاحب چاچڑوی، میرے جدِّ امجد قدس سرہ اور حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کو تونسہ شریف بھیجا گیا۔ حضرت خواجہ کریمؒ نے سب پر بے پناہ شفقت فرمائی اور پھر بطورِ خاص دریافت کیا کہ "ان میں سے اپنے پیر کی خدمت سب سے زیادہ کس نے کی ہے"؟ عرض کیا گیا کہ "مولانا معظم الدین صاحبؒ نے"۔ اس پر آپؒ نے ایک یادگار جملہ ارشاد فرمایا:

"پھر ان کے مرتبے کو کوئی نہیں پہنچ سکتا"۔

"ایک دفعہ تمام درویشوں نے حضرت خواجہ معظم الدینؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ پیر سیال کے باقی خلفاء کے مریدین بڑے بڑے امیر لوگ ہیں اور بھاری نذرانے دیتے ہیں، ان کے آستانوں پر فتوحات کی کثرت کا کوئی حساب ہی نہیں، ایک آپؒ ہیں کہ آپؒ کے مرید مسواک، جھاڑو یا مٹی کا لوٹا نذر دیتے ہیں۔ تو حضرتؒ نے مسکرا کر فرمایا: "مَیں نے اپنے شیخ کی خدمت کی ہے اور میرے پیر نے مجھے دین و دُنیا کی ہر نعمت سے حصۂ وافر دیا ہے۔ مجھے مال و دولت کی کوئی خواہش نہیں کیونکہ میرا ایمان ہے کہ اس سے شیخِ طریقت کے ساتھ محبت و ارادت میں کمی آجاتی ہے اور مَیں یہ آرزو رکھتا ہوں کہ میرا خاتمہ پیر کی محبت کے ساتھ ہو! مَیں نے پیر سیالؒ کی عنایات کے باوجود دُنیا داری سے معافی مانگ لی تھی اور جو لذّت و سرور مجھے خدمت میں حاصل ہوا، دُنیا کا تمام زر و مال بھی اس کا عوض نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ یہ نہیں کہ دُنیا مجھے مل نہیں سکی بلکہ دُنیا اس قابل نہ تھی کہ مَیں اسے قبول کرتا"!

وُہ بخشتے تھے مجُھ کو دو عالم کی نعمتیں
میرے غرورِ عشق سے نے انکار کر دیا

Marfat.com

پھر آپؒ نے فرمایا کہ "میرے لیے عقیدت و محبت اور خلوص سے پیش کیے جانے والے مسواک، جھاڑو اور مٹی کے لوٹے ہی سب کچھ ہیں۔"

گوہرِ معرفت آموز کہ با خود ببری
کہ نصیبِ دگرانست نصابِ زر و سیم

آپؒ نے ارشاد فرمایا:

"حضرت خواجہ حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ دُنیا مجھے اس قدر ناپسند ہے کہ مجھے خُدا سے رزق مانگتے ہوئے بھی شرم آتی ہے اور مَیں نے کبھی ہاتھ اٹھا کر آسمان سے دنیوی ضروریات کی بھیک نہیں مانگی"۔ ولیِ کامل کبھی خُدا سے دُنیوی نعمت و آسائش کا مطالبہ نہیں کرتا:

خلافِ طریقت بود کاولیاء
تمنا کنند از خدا جز خدا
گر از دوست چشمت بر احسانِ اوست
تو در بندِ خویشی نہ در بندِ دوست

پھر فرمایا: "ولی کامل ہمیشہ اس سے اسی کا مطالبہ کرتا ہے:

گفتی کہ کرا خواہی از خیلِ بُتان جامیؔ
چشمی است مرا آخر غیر از تو کرا خواہم؟

یہ کہتے وقت آپؒ کا لہجہ بھرّا گیا اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کچھ توقف کے بعد پھر فرمایا:

"سیال شریف کا ہم پر بہت کرم ہے۔ کالو وال (ضلع جھنگ) کے محمد شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ الاسلام سیالویؒ نے ہاتھ مبارک اُٹھا کر دُعا فرمائی: "الٰہی ہمارے دوستوں کو خوش اور آباد رکھ"! مَیں نے عرض کیا: "حضور کے دوست کون ہیں"؟ فرمایا: "مرولہ شریف (معظم آباد) والے"!

❖ دسویں مجلس

۲۷ صفر المظفر ۱۳۹۸ھ / ۶ فروری ۱۹۷۸ء بروز پیر، بمقام چک نمبر ۲، شمالی

آپؒ نے ارشاد فرمایا: "عقلِ انسانی کا دائرۂ کار نہایت محدود ہے۔ قدرت کے فیصلوں کو سمجھنا انسانی عقل کے بس کی بات نہیں۔ انسانی عقل خدائی مصلحتوں کو سمجھنے میں اکثر و بیشتر ناکام رہتی ہے۔ انسان کے لیے زیبا نہیں کہ اپنی ناقص عقل کے ساتھ قدرت کے فیصلوں پر تنقید کرے:

تیری ہزار برتری، تیری ہزار مصلحت
میری ہر اک شکست میں، میرے ہر اک قصور میں"

محفل میں کچھ نو وارد اجنبی بھی تھے۔ انہوں نے بیعت کی حقیقت کے بارے میں دریافت کیا۔ آپؒ نے فرمایا:

"اسلام میں بیعت نہ صرف جائز ہے بلکہ از حد ضروری ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتے وقت ہر صحابی آنحضرتؐ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرتا تھا۔ اس کے علاوہ بھی تاریخ گواہ ہے کہ آپؐ نے کئی مواقع پر صحابہؓ سے بیعت لی۔ اسلام قبول کرنے پر

Marfat.com

بیعت، کسی خاص فیصلے یا وعدے پر کاربند رہنے کی بیعت اور جہاد کے لیے بیعت۔
صُلح حدیبیہ سے پہلے آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے تمام صحابہؓ سے جہاد کی بیعت لی اور حضرت عثمان ذوالنورینؓ، جنہیں کفّار کی طرف بطورِ سفیر بھیجا گیا، ان کی طرف سے آنحضرتؐ نے اپنے ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ رکھ کر بیعت کی۔

بیعتِ طریقت ایک جامع بیعت ہے۔ یہ بیعتِ فضیلت بھی ہے، بیعتِ عہد بھی اور بیعتِ جہاد بھی۔ بیعت کرنے والا اپنے آپ کے مقابلے میں اس شخص کو افضل و برتر تسلیم کرتا ہے جس کے ہاتھ پر وہ بیعت کر رہا ہے۔ وہ اسے اپنے راہبر اور پیر و مرشد مان لیتا ہے۔ پھر وہ اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر یہ عہد کرتا ہے کہ وہ پابندِ شریعت رہے گا، نیکیاں اختیار کرے گا اور برائیوں سے دور رہے گا۔ پابندیِ شریعت کا عمل جہاد بالنفس ہے جسے ایک حدیث میں جہادِ اکبر کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے، گویا بیعتِ طریقت سے مراد جہادِ اکبر کی بیعت ہے۔

ان سیدھے سادے اور واضح دلائل کے بعد بیعت سے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ ہٹ دھرمی کرنے والوں کا تو کوئی علاج نہیں:

گر نبیند بہ روز شپّرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ؟

رُوحانیت اسلام کی رُوح ہے اور بیعت کے بغیر اس کا حصول ناممکن ہے۔
خداوندِ کریم کی ذاتِ بابرکات نہایت ارفع و اعلیٰ ہے۔ اس تک رسائی حاصل کرنے کے لیے کسی مردِ کامل کی راہنمائی ضروری ہے:

Marfat.com

سعی نابردہ درین راہ بہ جائی نرسی
مُزد اگر می طلبی طاعتِ استاد ببر

خواجہ حافظؒ ہی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں :

بہ کویِ عشق منہ بی دلیلِ راہ قدم
کہ من بہ خویش نمودم صد اہتمام و نشد

بیعت میں جو اخلاص، ایثار اور تسلیم و رضا ضروری ہے اسے خواجہ حافظؒ نے مخصوص عارفانہ انداز میں یوں بیان کیا ہے :

تا خرقہ بہ خونِ دلِ پیمانہ نشوئی
با پیرِ مغان بر سرِ پیمان نتوان بود

اس شعر میں "پیرِ مغان" سے مراد مرشدِ کامل، "پیمان" سے مراد بیعت اور "خونِ دلِ پیمانہ" سے "خرقہ" کا دھونا، کمال اخلاص و ایثار و تسلیم کی علامت ہے۔

چونکہ مرشدِ برحق خدا اور رسولؐ کا راستہ دکھاتا ہے، اس لیے مولانا رومؒ نے فرمایا ہے :

گر تو ذاتِ پیر را کردی قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسولؐ

✿ گیارہویں مجلس

پیری مریدی کے موضوع پر بات ہو رہی تھی۔

آپؒ نے فرمایا: "مُرید کا مفہوم یہ ہے کہ سالک کا اپنے پیر کی رضا کے سوا اور کوئی

مقصد ہی نہ ہو۔ مرید کی منزلِ مراد ہی پیر ہوتا ہے۔ جس شخص نے کسی مرشد کے ہاتھ پر بیعت کرلی تو گویا اس نے اپنی تمام خواہشیں، آرزوئیں اور ارادے پیر کی رضا پر قربان کر دیے۔ اس کے لیے پیر کی ہر جائز بات پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ جب مرید، مرید ہو گیا تو اس کی اپنی ہستی، اپنا تشخص ختم ہو گیا:

من تو شدم، تو من شدی، من تن شدم، تو جان شدی
تا کس نگوید بعد ازین، من دیگرم تو دیگری

پیر باطنی نعمتوں اور روحانی فیوض و برکات کے حصول کا ذریعہ ہوتا ہے۔ پیر کی خدمت میں دُنیاوی باتیں اور نجی مسائل عرض کرنے سے گریز کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس کا مقصد تو رُوحانی اصلاح ہوتی ہے نہ کہ دُنیوی اغراض و مقاصد کا حصول۔ اگر پیر سے صرف دنیوی اصلاح پر ہی اکتفا کر لیا جائے تو اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے اور پھر پیر اپنے مرید کے احوال سے بخوبی آگاہ بھی ہوتا ہے، اسے بتانا تحصیلِ حاصل ہے:

جامِ جہان نماست ضمیرِ منیرِ دوست
اظہارِ احتیاجِ خود، آنجا چہ حاجت است

❖❖❖

Marfat.com

حصّۂ دوم

✥ شہرت راہِ سلوک کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے

"اللہ کے بندوں کے بھی بڑے بھید ہوتے ہیں۔ اپنے رازوں سے وہ خود ہی آگاہ ہوتے ہیں یا ان کا خُدا جانتا ہے۔ عام لوگوں کے ذہن تو اُن کے اسرار کا ادراک نہیں کر سکتے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ سے پُوچھا گیا کہ: بایزیدؒ کہاں ہے؟ تو آپ نے سائل کے جواب میں فرمایا: "انا فی طلب ابی یزید منذ عشرین سنۃ" یعنی مَیں خود بیس سال سے بایزیدؒ کی تلاش میں ہوں۔"

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی
کچھ ہماری خبر نہیں آتی

بے نام و نشان ہو کر جو نام و نشان ملتا ہے، اس کا کیف و سرور ہی کچھ اور ہوتا ہے جو لوگ شہرت کے پیچھے بھاگتے ہیں، شہرت ان کے نام سے خدا کی پناہ مانگتی ہے،

جو پاک لوگ شہرت کو کسی کھاتے میں نہیں لکھتے، شہرتِ دوام ان کی لونڈی بن جاتی ہے اور ان کی قبریں بھی زندہ ہو جاتی ہیں۔ شہرت، شان و شوکت اور نام و نمود کی خواہش خُدا کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ ناموری سے غرور پیدا ہوتا ہے۔ غرور و تکبّر کسی کے سامنے جُھکنے نہیں دیتا اور جُھکے بغیر کچُھ حاصل نہیں ہوتا۔"

پھر آپؒ نے یہ شعر پڑھا:

درکیشِ ما تجـــردِ عنقا تمام نیست
در قیدِ نام ماند اگر از نشان گذشت

بعد میں ارشاد فرمایا: الشّهرةُ آفةٌ والخمولُ راحةٌ۔ شہرت سراپا مصیبت ہے اور گم نامی ہی میں عافیت ہے۔

✥ منصور حلّاج کی دُعا

"ہر نبیؑ اور ہر ولی کی کوئی نہ کوئی مخصوص دُعا ہوتی ہے، جو اس کی ذات، صفات اور اس کے مزاج کا مظہرِ اتم ہوتی ہے۔ عشق کے شہیدِ اعظم منصور حلّاج کی دُعا بڑی عجیب و غریب ہے۔ اس میں معانی کے جہان پوشیدہ ہیں۔ جتنا غور کیا جائے اسرار و رموز کے پردے کُھلتے چلے جاتے ہیں۔ منصور حلّاج اکثر یہ دُعا کیا کرتے تھے:

" اَللّٰهُمَّ لَا اُخَاصِمُكَ لِنَفْسِیْ وَلَا اَسْئَلُكَ بِحَقِّیْ فَاعْفُ عَنِ الْخَلْقِ وَلَا تَعْفُ عَنِّیْ وَارْحَمْهُمْ وَلَا تَرْحَمْنِیْ"

اے اللہ! مَیں اپنی ذات کے لیے تجُھ سے دشمنی نہیں کرتا اور نہ مَیں تجُھ سے

Marfat.com

اپنا حق طلب کرتا ہوں. مخلوق کو بخش دے لیکن مجھے بے شک نہ بخش. مخلوق پر رحم فرما لیکن مجھ پر بے شک رحم نہ کر۔"

❖ دعویٰ جھوٹ کی علامت ہے

"ڈھول خالی ہوتا ہے، اسی لیے اس کی آواز بلند ہوتی ہے جو بلند بانگ دعوے کرتا ہے وہ اندر سے کھوکھلا ہوتا ہے جن کے دل عرشِ الٰہی ہوتے ہیں۔ ان کے ہونٹوں پر مہرِ سکوت لگا دی جاتی ہے. مولانا رومؒ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

ہر کہ را اسرارِ حق آموختند　　　مُہر کردند و دہانش دوختند

بر لبش قُفل است و در دِل رازہا　　　لب خموش و دل پُر از آوازہا

اس سلسلے میں شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی خوبصورت بات کی ہے فرماتے ہیں:

"مشک آن است کہ خود ببوید نہ آنکہ عطار بگوید"

جس کے اندر کچھ ہوتا ہے، اسے بات کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔ کستوری کو زبانِ حال سے اپنا تعارف کرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی. دھوپ نکلی ہوئی ہو تو سب کو پتہ ہوتا ہے کہ سورج نکلا ہوا ہے۔

صوفیائے کرام نے لمبے چوڑے دعوے کرنے والوں کو ہمیشہ ناپسندیدگی کی نظروں سے دیکھا ہے. امام غزالیؒ نے تو احیاء العلوم میں یہاں تک کہہ دیا ہے کہ:

"مَنْ قَالَ اَنَا مُؤْمِنٌ فَهُوَ كَافِرٌ وَمَنْ قَالَ اَنَا عَالِمٌ فَهُوَ جَاهِلٌ"

یعنی جس نے مومن ہونے کا دعویٰ کیا وہ کافر ہے اور جسے اہلِ علم ہونے کا

Marfat.com

دعویٰ ہے وہ جاہل ہے۔"

❖ حقیقتِ زُہد

"زہد یہ نہیں ہے کہ انسان ترکِ دُنیا کر دے بلکہ زہد کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے دل کو دُنیا کی محبت سے آلُودہ نہ ہونے دے۔ مومن کا دِل خُدا کا عرش ہے۔ جب تک خُدا کے گھر میں حُبِّ دنیا کی آلائشیں ہوں گی، معرفتِ الٰہی کے انوار نازل نہیں ہوں گے صوفیائے کرام کی زندگیاں ہمارے سامنے ہیں۔ مشائخِ چشت اہلِ بہشت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نہ کبھی خود رہبانیت اختیار کی اور نہ کسی کو اختیار کرنے دی حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس دُنیا کی کون سی نعمت نہیں تھی؟ دُنیوی جاہ و حشم میں سے کون سی چیز ان کے پاس نہیں تھی؟ ان کے پاس سب کچھ تھا۔ لیکن اس مال و دولت اور شان و شوکت نے ان کے استغنائے قلبی پر کوئی اثر نہیں کیا۔ ایک بار آپؑ کی وہ انگوٹھی گم ہوگئی جس کے تابع جنّ و انس تھے تو آپؑ نے کہا الحمد للہ۔ جب انگوٹھی واپس مل گئی تو بھی آپؑ نے یہی فرمایا الحمد للہ۔ یعنی دونوں حالتوں میں خُدا کا شکر ادا کیا۔ دونوں حالتوں میں خدا سے تعلق میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ قصص الانبیاء میں آپؑ کے متعلق لکھا ہے:

"وَكَانَ مُتَوَاضِعًا خَاشِعًا يُخَالِطُ الْمَسَاكِيْنَ وَيُجَالِسُهُمْ وَيَقُوْلُ مِسْكِيْنٌ يُجَالِسُ مِسْكِيْنًا"

یعنی آپؑ عاجزی و انکساری کرنے والے اور مسکینوں سے گھل مل کر بیٹھنے والے تھے اور کہا کرتے تھے کہ مسکین مسکینوں کے ساتھ مل بیٹھتا ہے۔"

Marfat.com

یہی حقیقی زہد ہے اور یہ بہت مشکل ہے۔ یہ مقام حاصل کرنے کے لیے نفسِ امارہ کو کچلنا پڑتا ہے۔ نفس کی مثال ایک بدمست اونٹ کی سی ہے، اسے استغنار کی مہار سے جکڑ لینے کا نام ہی درویشی ہے۔

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے (فوائد الفواد میں) فرمایا ہے کہ مال و دولت کا نہ ہونا فقر نہیں ہے بلکہ سچا فقر تو فراغتِ قلبی کا نام ہے۔

ایک زہد عام ہے، ایک خاص اور ایک زہد خاص الخاص۔ زہد عام سے مراد یہ ہے کہ ہر حرام چیز سے پرہیز کی جائے۔ زہد خاص ہر زائد از ضرورت چیز کا ترک ہے اور زہد خاص الخاص یہ ہے کہ ہر اس چیز کو ترک کر دیا جائے جو یادِ خدا کی راہ میں رکاوٹ بن رہی ہو۔ لفظ زہد کی "ز" سے مراد ہے ترکِ زینت، "ہ" ترکِ ہوس اور "د" ترکِ دُنیا کی علامت ہے۔

❖ حقیقتِ حج

کعبۂ گِل کا طواف حجِ ظاہر ہے اور کعبۂ دل کا طواف حجِ باطن۔ ظاہری حج کرنے والے کعبے کا طواف کرنے جاتے ہیں اور باطنی حج کرنے والوں کا طواف خود کعبہ آ کر کرتا ہے کچھ لوگ گھر کو دیکھنے جاتے ہیں اور کچھ گھر والے کو دیکھتے ہیں۔ ان میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ پھر آپؒ نے مولانا جلال الدین رومیؒ کا یہ مشہور شعر پڑھا:

دل بدست آور کہ حجِ اکبر است
وز ہزاران کعبہ یک دل بہتر است

Marfat.com

پھر فرمایا: "بہت سے بدنصیب ایسے بھی ہوتے ہیں جو حج پر جا کر ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ اس مقدس سرزمین کے آداب ملحوظ نہ رکھے جائیں تو ایمان سلب ہو جاتا ہے۔"

❖ پاسِ انفاس

"دُنیا چند سانسوں کا کھیل ہے۔ ہار جیت کا دارومدار اس پر ہے کہ آپ ان سانسوں کو کیسے گذارتے ہیں۔ یہ لمحے ذکرِ خدا میں گذرے تو عبادت ہوں گے ورنہ لہو و لعب۔ ہر سانس میں یادِ الٰہی کی خوشبو رچی بسی ہو گی تو باطن کی دُنیا مہک اُٹھے گی ورنہ دل مر جائے گا اور مُردار کی بدبُو کو تو انسان بھی برداشت نہیں کر سکتے، نوری فرشتے کیسے برداشت کر سکیں گے۔

اللہ کے پاک لوگوں نے ہر سانس کے لیے ایک مخصوص ذکر مقرر فرمایا ہے جسے "پاسِ انفاس" یا "ذکرِ نفی اثبات" کہتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ انسان جب سانس اندر کھینچے تو کہے "لا الٰہ" اور جب سانس باہر نکالے تو کہے "الا اللہ"۔ جو شخص اس پر مداومت کرے گا اس کا ہر لمحہ عبادت ہو گا اور یہ عبادت افضلُ العبادات ہو گی کیونکہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کو افضلُ الذِّکر کہا گیا ہے۔

"لا الٰہ" تمام معبودوں کی نفی ہے۔ نفسِ امّارہ بھی معبود بن جاتا ہے۔ قرآنِ کریم میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ بعض لوگ اپنی خواہشاتِ نفس کو اپنا الٰہ بنا لیتے ہیں۔ لا الٰہ اپنی نفسانی خواہشات کی نفی ہے، غرور و تکبر اور انانیت کی نفی ہے۔ "الا اللہ" اثبات ہے خداوندِ عالم کا۔ اقرار ہے اللہ جلّ مجدہٗ کی شانِ الوہیت کا۔ خُدا کا نورِ ازلی ساری کائنات میں جاری و ساری ہے اور یہ کلمہ "الا اللہ" گویا پوری کائنات کا اثبات ہے لیکن خدا

Marfat.com

کے حوالے سے، اس کے توسط سے۔ یعنی اگر کائنات خُدا کی راہ میں رکاوٹ ہے تو ہیچ ہے، اگر راہِ سلوک میں ممد و معاون ہے تو پھر اس کا وجود اس کا تشخص قابلِ قبول ہے۔"

پھر آپؒ نے ذکرِ پاس انفاس کی تمام حاضرین کو اجازت عطا کی اور اس پر کاربند رہنے کی تلقین کی۔ راقم الحروف نے مولانا رومؒ کے مندرجہ ذیل اشعار سُنائے جنہیں آپؒ نے بے حد پسند کیا:

آن نَفَسی کہ باخودی، یار چو خار آیدت
وآن نَفَسی کہ بیخودی، یار بہ کار آیدت
آن نَفَسی کہ باخودی، یار کنارہ می کند
وآن نَفَسی کہ بیخودی، مَہ بہ کنار آیدت
آن نَفَسی کہ باخودی، حوصلات چو ذرہ ای است
وآن نَفَسی کہ بیخودی، دل چو بحار آیدت
جُملۂ بیقراریت از طلبِ قرارِ تُست
طالبِ بیقرار شو تا کہ قرار آیدت
عاشقِ جورِ یار شو، عاشقِ مہرِ یار نَی
تا کہ نگارِ ناز گر عاشقِ زار آیدت

اشعار سُن کر آپؒ آبدیدہ ہو گئے اور دیر تک ایک خاص کیفیت میں رہے۔ پھر آپؒ نے اپنے ہینڈ بیگ سے قلم اور ڈائری نکال کر مجھے دی اور یہ شعر لکھ دینے کا حکم دیا۔

Marfat.com

میں نے تعمیل کی۔①

❖ گناہگاروں سے نفرت

"گناہگار بھی خدا کی مخلوق ہیں، ان سے نفرت ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ البتہ بُرے کاموں میں نہ ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے اور نہ ہی انہیں سمجھانے بجھانے کا دینی فریضہ ترک کرنا چاہیے۔ عین ممکن ہے کسی وقت وہ راہِ راست پر آجائیں۔

نفرت گناہگار سے نہیں، گناہ سے کرنی چاہیے۔ گناہگار بیچارہ تو ایک طرح سے بیمار ہے اور بیمار نرمی و رحمدلی کے مستحق ہوتے ہیں نہ کہ خشونت اور تلخ مزاجی کے۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بظاہر گناہگار نظر آنے والا انسان خدا کی بارگاہ میں نیکوکاروں سے کہیں زیادہ مقبول ہو۔ خدا کی رحمت ہر چیز پر حاوی ہے اور:

رحمتِ حق بہانہ می جوید　　　رحمتِ حق بہا، نمی جوید"

پھر آپؒ نے ایک واقعہ بیان فرمایا:

"میرے جدِّ امجد حضرت خواجہ محمد معظم الدّین رحمۃ اللہ علیہ کے زمانۂ اقدس میں بعض علماء کی طرف سے یہ استفتاء آیا کہ فاسق و فاجر سیّد زادے کی تعظیم و تکریم

---

① کریم پارک لاہور میں حضرت صوفی خورشید عالم مخمور سدیدی صاحب کے مکان پر۔ حاضرین میں صوفی صاحب کے علاوہ مولوی محمد عبدالرحمٰن سدیدی معظمی، مولوی ممتاز احمد سدیدی، ملک محمد نصر اللہ جوڑہ اور رضاء اللہ سدیدی شامل تھے۔　(مُعین نظامی)

کے سلسلے میں کیا حکم ہے؟ تو کئی علماء و مشائخ نے اس محضر پر اپنی اپنی رائے تحریر کی۔ جب یہ کاغذ میرے جدّ امجدؒ کی خدمت میں آیا تو آپؒ نے اس پر ایک مختصر لیکن جامع جُملہ تحریر کیا کہ "اگر قرآنِ کریم کا کوئی ورق (نعوذ باللہ) غلاظت میں لتھڑ جائے تو کیا وہ قابلِ احترام نہیں رہے گا؟" سبحان اللہ آپ نے کتنی عُمدگی سے یہ مسئلہ حل فرما دیا۔"

❖ بہلولِ داناؒ کا ایک لطیف نکتہ

"کسی نے حضرت بہلولِ داناؒ سے کہا کہ دیوانوں کی گنتی کیجیے۔ انہوں نے کہا یہ کام بہت لمبا ہو جائے گا، مَیں اہلِ عقل کی گنتی کر دیتا ہوں۔"

آپ نے فرمایا "حقیقت میں دیوانے وہ ہیں جو علمِ آخرت سے بے بہرہ ہیں جو دُنیاداری میں پھنسے ہوئے ہیں، جنہیں آخرت کی بھلائی اور عذابِ قبر سے بچنے کا کچھ ہوش ہی نہیں۔ اور آج کی دُنیا میں ایسے دیوانوں کی کثرت ہے۔ عقلمند وہ ہیں جنہوں نے اس دارِ فنا کی حقیقت جان لی اور جو عاقبت کی بہتری کے لیے سرگرمِ عمل ہو گئے۔ ایسے خوش نصیب لوگ ہر دور میں کم رہے ہیں اور ہر دور میں اہلِ نظر کو یہی شکوہ رہا ہے کہ:

مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب

یعنی صحیح مسلمان قبروں میں چلے گئے اور صحیح اسلام صرف کتابوں کی حد تک رہ گیا ہے۔"

❖ عشق

عالمِ موجودات میں سب سے بڑی قوت عشق ہے۔ جہانِ ممکنات میں عشق ہی کے

Marfat.com

دم قدم سے رنگ برنگی رونقیں ہیں۔ کسی زمانے میں مَیں نے ایک شعر کہا تھا :

نیست اندر جملہ عالم غیرِ عشق
سیر فی اللہ درحقیقت سیرِ عشق

میرے نزدیک عشق ایمان کا دوسرا نام ہے۔ عشق ہی یقین الیقین ہے اور عشق ہی دین ہے۔ عشق کے بارے میں اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ بقولِ مولانا رومؒ:

ہر چہ گویم عشق را شرح و بیاں
چون بہ عشق آیم خجل باشم ازاں

عشق کی تعریف میں جو کچھ بھی کہہ دیا جائے، عشق اس سے بدرجہا بلند و برتر ہے :

ہر چہ گویم عشق ازان بالاتر است
از محیطِ فہمِ انسان برتر است

عشق کے بھید وہی جان سکتا ہے جس کا ساغرِ باطن بادۂ عرفان سے چھلک رہا ہو۔ چمگادڑ کی آنکھوں میں یہ تاب نہیں کہ وہ سُورج کی کرنوں کو دیکھ سکیں۔

پُرسید یکی کہ عاشقی چیست؟
گفتم کہ چو ما شوی بدانی

خُدا کے پیاروں کا تو ہادی و مُرشد ہی عشق ہوتا ہے :

با عاقلان بگوی کہ اربابِ ذوق را
عشق است رہنمای نہ اندیشہ رہبر است

Marfat.com

✿ استقامت

اس راستے میں استقامت سب سے بڑی چیز ہے۔ اولیاءاللہ کے ہاں استقامت کا درجہ کرامت سے بھی برتر ہے، اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقُ الْکِرَامَۃ۔ خدا کو زیادہ عبادت کے مقابلے میں وہ عبادت پسند ہے جس میں استقامت ہو خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔

"وابستگی" پر ہی سارا دارومدار ہے۔ پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ۔

روایت ہے کہ بغداد میں ایک چور کو پھانسی دی گئی۔ حضرت جنیدؒ ادھر سے گذرے تو آپؒ نے اس کے قدموں کو بوسہ دیا اور فرمایا: خُدا کی ہزار رحمتیں ہوں تجھُ پر کہ تُو اپنے کام میں باکمال ہو گیا اور اس میں تُجھے اتنی استقامت ہوئی کہ تُو نے اپنی جان کی پرواہ بھی نہ کی۔

مرزا غالب نے بھی یہی نکتہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے:

وفاداری بشرطِ استواری اصلِ ایماں ہے
مَرے بُتخانے میں تو کعبے میں گاڑو برہمن کو

✿ درویشی کا ظاہر و باطن

شیخ سعدیؒ نے فرمایا ہے:

"ظاہرِ درویشی جامۂ ژندہ است و موی ستردہ، وحقیقتِ آں دلِ زندہ ونفسِ مردہ۔"

Marfat.com

یعنی خرقہ پوشی اور بال منڈوانا درویشی کا ظاہر ہے، اس کا باطن یہ ہے کہ دل زندہ ہو اور نفس مردہ ہو۔ ظاہر پوست (چھلکا) ہوتا ہے، مغز تو باطن ہوتا ہے۔

❖ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی کشمکش

"حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ دونوں جلیل القدر صحابیِ رسول ہیں۔ سرورِ دو عالم ﷺ نے اپنے صحابہؓ کے متعلق محتاط رہنے کی تلقین کی ہے اور انہیں نجومِ ہدایت قرار دیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

اَصۡحَابِی کَالنُّجُوۡمِ بِاَیِّهِمۡ اِقۡتَدَیۡتُمۡ اِهۡتَدَیۡتُمۡ

یعنی میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جن کی بھی پیروی کرو گے، ہدایت پا جاؤ گے۔

احادیث و اخبار کی کتابوں میں دونوں حضرات کے فضائل و مناقب موجود ہیں۔ ایک دامادِ رسولِ رحمت ﷺ ہے تو دوسرا کاتبِ وحی ہے جس کی امانت و دیانت مسلّم ہے۔ ایک فاتحِ خیبر ہے تو دوسرا فاتحِ نفسِ امّارہ ہے جس کے متعلق نبی کریم ﷺ کی شہادت موجود ہے کہ "امیر معاویہؓ میری اُمّت کا بردبار ترین شخص ہے۔" نفس کو اپنے قابو میں کیے بغیر بردباری کیسے ہو سکتی ہے؟

اس میں کوئی کلام نہیں کہ فضیلتوں کے اعتبار سے حضرت علیؓ افضل ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں کہ ہم امیر معاویہؓ کے ایمان میں شک کرنے لگیں، ان کے فضائل کا انکار کریں اور ذلّت کی انتہا پر اُتر کر انہیں بُرا بھلا کہنا شروع کر دیں۔

Marfat.com

ان دونوں حضرات میں جو طویل کشمکش رہی وہ سراسر غلط فہمی کا نتیجہ تھی اور اس سے منافقین نے فائدہ اٹھایا۔ دونوں صحابیِ رسول برسرِ پیکار رہے اور دونوں کا عمل مبنی بر اجتہاد تھا اور "کُل مُجتَہِدٍ مُصَیِبٌ" کی رُو سے ہمیں دونوں کو راہِ صواب پر ماننا پڑے گا۔ ہمارا کوئی منصب نہیں ہے کہ ہم ان میں ثالثی کرتے پھریں۔ ہمارے لیے دونوں ہی قابلِ احترام ہیں۔ ان کا معاملہ خدا کے سپرد کر دینا ہی عقلمندی ہے۔ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کلمہ پڑھنے والوں کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ ایسے مسائل میں قضاوت کریں اور کسی کی گستاخی کے مرتکب ہوں۔"

✤ میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

مولانا رومؒ کا فرمان ہے:

عشق برہان است وسلطانِ مبین
ہر دو عالم عشق را زیرِ نگین

عشق سلطانِ جمال وجلال ہے، جہاں بادشاہ آجائے وہاں اور کسی چیز کی ضرورت بھی نہیں رہتی اور گنجائش بھی نہیں رہتی۔ عشق، محبوبِ ازلی کے جمالِ جہاں آرا کی ایک تجلی ہے، نورٌ علیٰ نور ہے، جہاں نور آجائے وہاں ظلمت نہیں رہتی۔ نور اور ظلمت دو متضاد چیزیں ہیں اور اجتماعِ ضدین محال ہے۔ عشق ومحبت اور بغض وعناد بھی دو متضاد چیزیں ہیں جہاں عشق نے خیمہ آ لگایا وہاں سے بغض وعناد اور عداوت کو کُوچ کرنا پڑا۔ جب دل میں دوست کی محبت نے ڈیرہ ڈال دیا تو کینہ اور دشمنی کو مجبوراً اپنا بوریا بستر سمیٹنا پڑے گا۔

Marfat.com

دلم خانۂ مہرِ یار است و بس
ازان می نگنجد دران کینِ کس

جس شخص کا مذہب عشق و محبت ہو، اسے کوئی بھی کافر نظر نہیں آتا۔ اس کی نظروں میں سب اس کے دوست کے چاہنے والے اور سب اس سے بہتر ہوتے ہیں۔ وہ کسی پر کفر کے فتوے نہیں لگاتا بلکہ ہر ایک کو سینے سے لگا لینے کے لیے بے تاب ہوتا ہے۔

شیخ اکبر حضرت محی الدین ابنِ عربیؒ، "ترجمان الاشواق" میں فرماتے ہیں:

لقد صار قلبی قابلا کلّ صورۃ　　فمرعی لغزلان و دیر لرھبانٖ
و بیت لاوثان و کعبۃ طائف　　والواح توراۃ و مصحف قرآنٖ
ادین بدین الحب انّی توجھت　　رکائبہ فالدّین دینی و ایمانی

یعنی میرا دل ہر صورت کو قبول کر لینے کا اہل ہو گیا ہے، یہ ہرنوں کے لیے چراگاہ اور راہبوں کے لیے دَیر بن سکتا ہے۔ بُتوں کا گھر اور طائف کا کعبہ بھی بن سکتا ہے، تورات کو بھی قبول کر سکتا ہے اور قرآن کو بھی۔ میرا دین، دینِ عشق ہے، عشق کا لشکر جہاں بھی جائے، مَیں اس کے ساتھ ہوں۔

ایسے باکمال لوگوں نے ہی اسلام کی سچّی خدمت کی ہے۔ انہی بوریانشینوں نے ہی اسلام پھیلایا ہے۔ اگر یہ لوگ ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگتے اور فتویٰ فروشی شروع کر دیتے تو محبوب خلائق اور مرجعِ انام نہ بنتے اور اطراف و اکنافِ عالم میں نشر و اشاعتِ اسلام کا فریضہ انجام نہ دے سکتے۔ افسوس کہ آجکل کے تمام علماء اور اکثر مشائخ اس جوہر سے عاری نظر آتے ہیں۔

❖ فلسفہ و منطق کی اہمیّت

اسلام نے کبھی عقل و شعور کی مخالفت نہیں کی، حجّت، دلیل، برہان اور استدلال سے نہیں روکا۔ بلکہ قرآنِ کریم میں جابجا ارشاد ہے کہ مظاہرِ کائنات میں تفکر و تدبّر کرو کیونکہ ساری کائنات وجودِ خالقِ مطلق کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ عقل کی مدد سے اور فہم و فراست کی روشنی میں مذہبی حقائق کو جاننا ہی دراصل حکمت ہے جس کے بارے میں ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ؕ

یعنی جسے حکمت عطا کی گئی، اُسے گویا خیرِ کثیر سے نوازا گیا۔

البتہ جب عقل و فہم نارسا ہو جائے، اس کے پلّے کچھ نہ پڑے اور یہ گمراہ کرنے لگے تو عشق کے ہادی کا دامن تھام کر ورطۂ ضلالت سے نکل جانا چاہیے۔

عباسی دور میں فلسفہ و منطق کو فروغ حاصل ہوا اور جن لوگوں نے اس میں کمال حاصل کیا انہوں نے غیر مسلموں سے معرکہ آرا بحث مباحثے کیے۔ ان مباحثوں کی بدولت بہت سے سرکش عقل پرست حقیقتِ اسلام سے روشناس ہوئے۔ افسوس کہ آجکل دینی مدارس میں فلسفہ و منطق کا چلن نہیں رہا۔ میرا دل خون کے آنسو روتا ہے جب مجھے پتہ چلتا ہے کہ فلسفہ و منطق کو غیر ضروری علوم سمجھ کر درسِ نظامی کے نصاب سے نکالا جا رہا ہے۔ میری رائے میں جو طالب علم فلسفہ و منطق سے بے بہرہ ہیں ان کی بات وزنی نہیں ہوتی اور ان کا مبلغِ علم پختہ نہیں ہوتا۔ میرا بس چلے تو میں دینی مدارس میں فلسفہ اور خصوصاً منطق کی تعلیم لازمی قرار دے دوں۔

Marfat.com

میری خوش قسمتی تھی کہ مجھے اپنے وقت کے اجل اساتذۂ معقول سے فلسفہ و منطق اور مناظرہ کی اکثر درسی کتابیں دو دو تین تین بار پڑھنے کا موقع مل گیا۔ اس زمانے میں یہ حالت تھی کہ فلسفہ و منطق ہی میرا اوڑھنا بچھونا تھا۔

جب دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف میں نصاب تبدیل کرنے کی مہم چلی اور یہ طے پایا کہ درسِ نظامی کے جدید نصاب کے مطابق فلسفہ و منطق کی اعلیٰ تعلیم ختم کر دی جائے تو آستانِ پاک کے سینکڑوں متوسلین علماء و مشائخ میں سے اکیلا میں تھا جس نے میٹنگ میں اس تجویز کے خلاف ووٹ دیا۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمرالدین قدس سرہ العزیز نے میری رائے کو مبنی برصواب قرار دیا اور اجتہاد فرماتے ہوئے جمہوری قواعد و ضوابط کے مطابق دیگر علماء و مشائخ کی متفقہ تجویز مان لی۔ بہرحال مجھے جب بھی موقع ملا میں نے آپؒ کی خدمت میں یہی درخواست کی منطق و فلسفہ کو دارالعلوم کے نصاب سے نہ نکالا جائے۔"

❖ گلستانِ سعدیؒ

"اللہ تعالیٰ نے شیخ سعدیؒ کو وہ زورِ قلم عطا کیا ہے کہ اہلِ نظر عش عش کر اُٹھتے ہیں گلستانِ سعدیؒ اپنے اسلوبِ نگارش کے اعتبار سے نہ صرف فارسی نثر کی ایک بہترین کتاب ہے بلکہ اپنے مطالب کے لحاظ سے اخلاق و عرفان کی ایک بے مثال کتاب بھی ہے۔ صدیوں سے یہ کتاب عالمِ اسلام کے دینی مدارس میں شاملِ نصاب ہے لیکن اسے اس طرح بہت کم لوگوں نے پڑھا ہو گا جس طرح کہ اسے پڑھنے کا حق ہے۔ میری رائے میں ہر شخص کو زمانۂ طالب علمی کے اختتام پر اپنے ذوق و شوق کی راہنمائی میں گلستان کا مطالعہ کرنا

Marfat.com

چاہیے ۔ بوستانِ سعدیؒ کا بھی جواب نہیں لیکن اس کا مزاج تصوّف وعرفان کے زیادہ قریب ہے جبکہ گلستان میں تو سعدیؒ نے اپنی انشار پردازی کا بھی شاندار مظاہرہ کیا ہے ان کے کئی کئی جملے تو یوں ہیں جیسے انگوٹھی میں نگینے جڑے ہوئے ہوں۔

مثلاً ایک حکایت میں بتاتے ہیں کہ لکڑیوں کے ایک سوداگر کو خوابگاہ میں یہ خبر ملی کہ اس کا لکڑیوں کا ذخیرہ جل کر خاکستر ہو گیا ہے تو اس مقام پر شیخ سعدیؒ نے یہ جملہ لکھا ہے:

"از بسترِ نرمش بر خاکسترِ گرمش بنشاند"

کتنا خوبصورت جملہ ہے ، بستر کے مقابلے میں خاکستر اور نرم کے مقابلے میں گرم۔

ایک جگہ کسی درویش کی زبان سے درویشوں اور بادشاہوں کا موازنہ کرتے ہوئے بادشاہ کو کہلواتے ہیں :

"ای بادشاہ ! ما در این دنیا بہ جیش از تو کمتریم و بہ عیش خوشتر و بہ مرگ برابر و بہ قیامت بہتر۔"

کتنی طویل بات کو کتنے مختصر اور معنی خیز لفظوں میں سمو دیا ہے ۔ اس نثر پر تو شاعری کو بھی رشک آتا ہے۔"

پھر فرمایا کہ سعدی صاحبؒ نے نعتِ رسالتمآب ﷺ میں یہ تین مصرعے تو لکھ لیے؛

بَلَغَ الْعُلیٰ بِکَمَالِہٖ   کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ   حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ

لیکن کوششِ بسیار کے باوجود ان سے چوتھا مصرع موزوں نہ ہو سکا۔ اس سلسلے میں وہ پریشان رہنے لگے۔ مشہور روایت ہے کہ جب ان کی پریشانی حد سے بڑھ گئی تو خواب میں سرورِ کائنات ﷺ نے انہیں شرفِ دیدار بخشا اور چوتھا مصرع عطا کیا:

Marfat.com

"صلّوا علیہ وآلہٖ"

یہ شیخ سعدیؒ کے مقبولِ بارگاہ ہونے کی علامت ہے اور گُلستان کی لازوال مقبولیت اس کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔

❖ سماع اور نبیذ کی حلّت وحُرمت

"فقہائے حجاز نے موسیقی کو حلال اور نبیذ کو حرام قرار دے رکھا تھا جبکہ فقہائے عراق کے فتوے کے مطابق موسیقی حرام اور نبیذ حلال تھی تو بعض منچلے اس دور میں کہا کرتے تھے کہ ہمارے لیے تو دونوں مکاتبِ فقہ یکساں طور پر قابلِ تقلید ہیں، ہم موسیقی کے مسئلے میں اہلِ حجاز اور نبیذ کے معاملے میں اہلِ عراق کی تقلید کرتے ہیں۔"

❖ دل بدست آور کہ حجِ اکبر است

"آجکل کے زمانے میں حج بھی ایک تفریحی سفر بن گیا ہے۔ بعض لوگ کاروبار کی نیّت سے بھی حج پر جاتے ہیں، جس کی جو نیت ہو گی اسے وہی کچھ ملے گا۔ اب سفر اتنا آسان ہو گیا ہے کہ لوگ دس بارہ دنوں میں حج کر کے واپس آجاتے ہیں۔ پُرانے زمانے میں جب راستے دشوار گذار ہوتے تھے، ذرائعِ آمدورفت اتنے تیز رفتار نہیں تھے، لوگ طرح طرح کی صعوبتیں جھیل کر کئی کئی مہینوں بعد حجازِ مقدّس پہنچتے تھے تو ان کی حج کی کیفیت اور ہوتی تھی۔ اب جو لوگ صاحبانِ زر ہیں وہ ہر سال بھاگ کر حج پر حج کیے چلے جاتے ہیں، حج زندگی میں ایک بار فرض ہے۔ ایک بار یہ فرض ادا کر کے آدمی دوسرے فرائض کی طرف توجّہ دے۔ غریبوں

Marfat.com

کی مدد کرے۔ کعبۂ دل کا طواف کرے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں :

مَیں حج کی نیّت سے جا رہا تھا کہ راستے میں ایک شخص مجھے ملا اور کہنے لگا کہاں جا رہے ہو؟ مَیں نے بتایا کہ حج کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اس نے پوچھا تمہارے پاس کتنا زادِ راہ ہے؟ مَیں نے بتایا دو سو درم۔ اس نے کہا مَیں عیالدار آدمی ہوں اور اس وقت نہایت کسمپرسی کی حالت میں ہوں، پیسے مجھے دے دے اور سات بار میرا طواف کر لے، تیرے لیے یہی حج ہے۔ بایزیدؒ فرماتے ہیں کہ مَیں نے یہی کیا اور نہایت مطمئن دل کے ساتھ واپس آ گیا۔

بار بار حج کرنے میں یہ قباحت بھی ہے کہ حرمین شریفین کی ہیبت دل سے اُٹھ جاتی ہے اور دل میں رعب نہ ہو تو انسان آداب کا خیال نہیں رکھ سکتا۔ وہ ایسی جگہ ہے کہ اگر آداب ملحوظِ خاطر نہ رکھے جائیں تو ایمان سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔

احیاء العلوم میں حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں :

" عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَمْنَعُ النَّاسَ مِنْ کَثْرَۃِ الطَّوَافِ وَقَالَ قَدْ خَشِیْتُ اَنْ یَّتَہَاوَنَ النَّاسَ بِھٰذَا الْبَیْتِ اَیْ یَأْنَسُوْا بِھَا "

یعنی حضرت عمر فاروقؓ لوگوں کو کثرتِ طواف سے روکتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں لوگ اس گھر کے معاملے میں سُستی نہ کرنے لگیں یعنی اس سے مانوس ہو کر کوئی بے ادبی یا کوتاہی نہ کر بیٹھیں۔"

مومن کا دل عرشِ الٰہی ہے

"حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ جب مَیں نے یہ آیت پڑھی کہ :

یعنی اے میرے معزز دوستو مجھے قتل کر ڈالو، میرے قتل ہی میں میری حیاتِ جاوداں ہے، پس میری زندگی میں میری موت ہے اور میری موت میں میری زندگی ہے۔

ظاہر بین علماء منصور کی رُوح کا بھید نہ سمجھ سکے اور انہوں نے ان کے قتل کا فتویٰ دے دیا۔ مولانا روم فرماتے ہیں :

چون قلم در دستِ غدّاری بود
لاجرم منصور برداری بود

مثنوی گلشن راز میں شیخ محمود شبستریؒ اس کی عارفانہ توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

روا ہست از "انا الحق" از درختی
چرا نبود روا از نیک بختی

یعنی اگر موسیٰ علیہ السلام ایک درخت سے "انا الحق" کی آواز سُن سکتے ہیں تو ایک اللہ کا کامل بندہ یہ بات کیوں نہیں کہہ سکتا ؟

یہ بات اپنی جگہ درست سہی لیکن اہلِ طریقت کے نزدیک منصور واقعی سزا کے مستحق تھے لیکن ان کا جرم کفر و شرک نہیں تھا۔ ان کا جرم اسرارِ الٰہی کو فاش کرنا تھا۔ راز افشار کر دینا ایک طرح کی تنگ ظرفی ہوتی ہے۔"

فتحِ سومنات

"سلطان محمود غزنویؒ، حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ کا مُرید تھا۔ اس نے ہندوستان پر پے در پے سترہ حملے کیے لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ آخر اس نے آخری لشکر کشی سے پہلے اپنے

Marfat.com

"اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی" یعنی خدا عرش پر ہے۔

تو مَیں اس کی تلاش میں عرش پر پہنچ گیا۔ عرش پر مجھے کچھ بھی نظر نہ آیا۔ مَیں نے عرش سے پُوچھا کہ خُدا کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مَیں نے تو یہ سُن رکھا ہے کہ وہ بایزید بسطامیؒ کے دل میں رہتا ہے۔"

آپ نے فرمایا: یہ حقیقت ہے کہ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰہِ تَعَالٰی اور پھر یہ حدیثِ قدسی بھی ہے کہ:

"انا عند المنکسرۃ قلوبھم" یعنی مَیں انکسار پسند دلوں میں ہوتا ہوں۔

پھر آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ یہ حضرت بایزید بسطامیؒ کی روحانی معراج ہے۔ ان کے کمالِ باطنی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپؒ کی زبانِ حق ترجمان سے یہ خُدائی کلمہ نکلتا تھا:

"سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَاْنِیْ" یعنی پاک ہے میری ذات اور کتنی عظیم ہے میری شان۔"

"سالک پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ جب وہ ربّ العالمین کا مظہرِ کامل بن جاتا ہے اس وقت اس کا اپنا وجود باقی نہیں رہتا بلکہ اس کی بقا، بقائے الٰہی کے بحرِ ناپیدا کنار میں فنا ہو جاتی ہے۔ جب قطرہ سمندر میں مل جائے تو وہ موجود ہوتے ہوئے بھی موجود نہیں ہوتا۔

اس وقت اگر وہ "انا البحر" (میں سمندر ہوں) کا نعرۂ مستانہ لگائے تو حق بجانب ہے۔

یہی حال منصور حلّاج کا تھا۔ انہوں نے نعرۂ انا الحق لگا کر ساری دنیا کو اپنا دشمن بنا لیا اور کہا:

اُقْتُلُوْنِیْ یَا ثِقَاتِیْ، اِنَّ فِیْ قَتْلِیْ حَیَاتِیْ، فَمَمَاتِیْ فِیْ حَیٰوتِیْ وَحَیٰوتِیْ فِیْ مَمَاتِیْ!

Marfat.com

پیرو مُرشد کا خرقہ سر پر رکھ کر سربسجود ہو کر لشکرِ اسلام کی فتح کی دُعا مانگی تو تائیدِ ایزدی سے فتح و نصرت نے اس کے قدم چُومے۔"

❖ سلوک کے تین مرحلے

"راہِ سلوک کے تین نمایاں مرحلے ہیں :

۱۔ مقامِ تفرقہ و فرق ۲۔ مقامِ جمع ۳۔ مقامِ جمع الجمع

۱۔ مقامِ تفرقہ و فرق : یہ ہے کہ سالک اپنے آپ کو بھی دیکھے اور خُدا کو بھی ، دونوں کو چاہے، دونوں کو اہمیت دے ، دونوں کا طالب ہو ، دونوں کی طرف التفات رکھے۔ یہ ابتدائی مرحلہ ہے۔ نقص سے کمال تک کے سفر کی ابتدا ہے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں :

ہم خدا خواہی و ہم دنیایِ دون
این محال است و محال است و جنون

۲۔ مقامِ جمع : اسے "مقامِ محو" بھی کہتے ہیں۔ یہ مقامِ وصل ہے۔ قطرے کے سمندر کے ساتھ اتصال کا مقام ہے۔ اس مقام میں خدا کے سوا اور کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ سالک کے دل کو خدا کے سوا اور کسی طرف بھی کشش محسوس نہیں ہوتی ، اسے ہر طرف خدا ہی خدا نظر آتا ہے وہ " فَاَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡہُ اللّٰہِ " کا مصداق بن جاتا ہے :

جدھر دیکھتا ہوں ، اُدھر تُو ہی تُو ہے۔

خواجہ حافظؒ فرماتے ہیں :

تو خانقاہ و خرابات درمیانہ مبین خدا گواہ کہ ہر جا کہ ہست با اویم

Marfat.com

۲۔ مقام جمع الجمع: اس کا دوسرا نام "مقامِ صحو" ہے۔ یہ مقام جمع کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اس میں یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ایک آنکھ خدا کی طرف ہوتی ہے اور دوسری مخلوق کی طرف۔ "ہتھ کار وَل تے دِل یار وَل"، مخلوق اس لیے مرکزِ توجہ بنتی ہے کہ اس کا خالق کے ساتھ گہرا تعلق ہے "اَلْخَلْقُ کُلُّھُمْ عِیَالُ اللہ"، یعنی ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے بقولِ سعدیؒ:

بجہان خرم از انم کہ جہان خرم از اوست
عاشقم برھمہ عالَم کہ ھمہ عالَم از اوست

شیخ محمود شبستریؒ صاحبِ مثنوی گلشنِ راز فرماتے ہیں:

در این رہ انبیاءؑ چون ساربانند
دلیل ورہنما و کار دانند
از ایشان سیّدِ ما گشتہ سالار
ہم او اوّل ہم او آخر در این کار
مقامِ دلگشایش جمعِ جمع است
جمالِ جانفزایش شمعِ شمع است"

پھر آپؒ نے فرمایا: اہلُ اللہ کے احوال بدلتے رہتے ہیں۔ تغیر و تبدل ارتقار کی علامت ہے۔ یکسانیت، جمود ہے اور جمود زوال کا پیش خیمہ ہے۔ سعدیؒ نے بوستان میں لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ آپؑ نے اتنی دُور سے پیراہنِ یوسفی کی خوشبو محسوس کر لی لیکن خود یوسفؑ کو اتنے قریب کنوئیں میں گرے ہوئے نہ دیکھ

Marfat.com

سکے تو جواب میں آپؒ نے فرمایا:

بگفتا "حالِ" ما برقِ جهان است

دمی پیدا و دیگر دم نهان است

گهی بر طارمِ اعلیٰ نشینم

گهی تا پُشتِ پای خود نبینم

یعنی ہمارے احوال آسمانی بجلی کی طرح ہوتے ہیں، کبھی ظاہر اور کبھی مخفی۔ کبھی میں عرش تک کو دیکھ لیتا ہوں اور کبھی مجھے اپنے ہی پاؤں کی پُشت بھی نظر نہیں آتی۔ یہ سب خدائی کرشمے ہیں۔ اس بات کے بیان کرنے کے بعد شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

اگر درویش در حالی بماندی

سرِ دست از دو عالم برفشاندی

یعنی اگر درویش کسی ایک ہی حال میں رُک گیا تو وہ دونوں جہانوں سے گیا۔

ٹھہرا ہوا تو پانی بھی ناپاک ہوتا ہے!

❖ لباسِ ظاہر

"لباسِ ظاہر، باطن کا آئینہ دار نہیں ہوتا۔ کوئی ضروری نہیں کہ جس نے خرقہ پہنا ہوا ہو اس کا اندر بھی خرقہ پوش ہو:

واعظان کین جلوه بر محراب و منبر میکنند

چون بخلوت میروند آن کارِ دیگر میکنند

Marfat.com

اولیاء اللہ کا فرمان ہے: "لَیْسَ الْاِعْتِبَارُ بِالْخِرْقَۃِ اِنَّمَا الْاِعْتِبَارُ بِالْحُرْقَۃ"
یعنی خرقے کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اصل چیز تو سوزِ دروں اور گدازِ قلبی ہے:

درکوئ ماشکستہ دلی میخرند وبس
بازارِ خود فروشی ازان راہِ دیگراست

دل میں خدا بستا ہو تو بے شک ظاہری لباس جو بھی ہو، کوئی فرق نہیں پڑتا۔ شیخ سعدیؒ نے کتنی عارفانہ بات کہی ہے:

مرادِ اہلِ طریقت، لباسِ ظاہر نیست
کمر بخدمتِ سلطان بہ بند وصوفی باش

آج کے دور میں تو لوگ باطن کو بھول کر صرف ظاہر کو دیکھنے کے عادی ہو چکے ہیں اگر آپ نے علم وفضل یا فقر ودرویشی کا لیبل لگایا ہوا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ کوئی آپ کو عالم یا درویش ماننے کو بھی تیار نہیں۔ لعنت ہے اس خرقے پر اور خرقہ پوش پر جو محض ریاکاری کے لیے بازی گری کرتا ہے۔ ہمارا مسلک تو خواجہ حافظؒ والا مسلک ہے:

این خرقہ کہ من دارم در رہنِ شراب اولیٰ
وین دفترِ بی معنی غرقِ میِ ناب اولیٰ

دیوانِ حافظؒ میں ایک اور مقام پر تو حافظؒ نے اس موضوع کا حق ادا کر دیا ہے، فرماتے ہیں:

خیز تا خرقۂ صوفی بہ خرابات بریم — شطح وطامات بہ بازارِ خرافات بریم
شرممان باد زپشمینۂ آلودۂ خویش — گر بدین فضل وہنر نامِ کرامات بریم

"پشمینہ" سے مراد بھی خرقہ ہی ہے"۔

❖ "ولی" کی تعریف

"اللہ جل مجدہ اولیاء اللہ کی شان میں فرماتا ہے :

"اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ"

یعنی بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ "ولی" کون ہے؟ کون درجۂ ولایت پر پہنچ کر اس نوید کا مصداق بنتا ہے؟

"اَلْوَلِیُّ ھُوَ الْفَانِیْ مِنْ حَالِہٖ وَالْبَاقِیْ فِیْ مُشَاھَدَۃِ الْحَقِّ وَلَمْ یُمْکِنْ لَہٗ عَنْ نَفْسِہٖ اَخْبَارٌ وَلَا مَعَ غَیْرِ اللّٰہِ قَرَارٌ"

یعنی "ولی" وہ ہستی ہے جو اپنی ذات کو فنا کر کے مشاہدۂ حق میں باقی ہو، اپنے متعلق کوئی خبر دینا اس کے لیے ممکن ہی نہ ہو اور خدا کی یاد کے سوا اور کسی چیز میں اسے قرار ہی نہ آئے۔

اب دیکھ لیجیے کہ کتنے لوگ ہیں جو اس کڑے معیار پر پورے اُترتے ہیں؟ بلاشبہ بہت ہی کم لوگ اس درجے پر فائز ہوتے ہیں لیکن جو خوش نصیب اس مقام کی لذّت سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ ان کی کیفیت یہ ہوتی ہے : رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ یعنی وہ خُدا سے راضی ہوتے ہیں اور خُدا ان سے۔

Marfat.com

❖ حقیقتِ عبادت

"محبت اور کاروبار میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ دل کا معاملہ کچھ اور ہوتا ہے اور عقل کے تقاضے کچھ اور ہوتے ہیں۔ عقل احساسِ سُود و زیاں سے عاری نہیں ہونے دیتی اور عشق ایثار و اخلاص کا تقاضا کرتا ہے۔ عبادت ایک رسم نہیں، کوئی ناگوار فریضہ نہیں، آدابِ محبت کا تقاضا ہے، شرطِ بندگی ہے۔ ہر وہ کام جو ذوقِ محبت سے سرشار ہو کر کیا جائے، عبادت ہے۔ جس کام پر دل مجبور کرے وہ عبادت ہے۔

کسی ڈر سے یا کسی لالچ میں آ کر کی جانے والی عبادت، عبادت نہیں، کاروبار ہے۔ آتشِ دوزخ کا خوف اور جنّت اور حور و غلمان کا لالچ رُوحِ عبادت کے لیے زہرِ قاتل ہے۔ صحیح عبادت وہ ہے جو رضائے خدا کے لیے کی جائے۔ مرزا غالب کا کہنا ہے:

طاعت میں تا رہے نہ مے و انگبیں کی لاگ
دوزخ میں ڈال دو کوئی لا کر بہشت کو

شیرِ خدا علی مشکل کشا ؓ کا فرمان ہے:

"الٰهی مَا عَبَدْتُكَ خَوْفًا مِّنْ نَارِكَ وَلَا طَمَعًا فِيْ جَنَّتِكَ بَلْ وَجَدْتُكَ اَهْلًا لِلْعِبَادَةِ فَعَبَدْتُكَ"

یعنی اے اللہ میں نے آگ کے خوف سے یا جنّت کے لالچ میں آ کر تیری عبادت نہیں کی بلکہ میں نے تجھے معبود بننے کا اہل پایا سو تیری عبادت کی۔

یہی صحیح عبادت کی شان ہے۔ خُدا کے پاک لوگوں کی عبادت ایسی ہی ہوتی ہے

Marfat.com

ہم جیسوں کی طرح دکانداری نہیں ہوتی۔

ایک مرتبہ حضرت رابعہ بصریہؒ کو اس حالت میں دیکھا گیا کہ وہ ایک خاص کیفیت میں ہیں اور ایک ہاتھ میں آگ لیے ہوئے ہیں اور دوسرے میں پانی۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپؒ کیا کر رہی ہیں تو انہوں نے عالمِ سرشاری میں فرمایا: "مَیں چاہتی ہوں کہ جنّت کو جلا کر راکھ کر دوں اور دوزخ کی آگ بجھا ڈالوں تاکہ لوگ محض خُدا کے لیے خُدا کی عبادت شروع کر دیں"۔

آپؒ نے فرمایا: "یہ عاشقوں کی عبادت ہے۔ زاہدوں کی عبادت تو سیدھا سادا بھاؤ تاؤ کرنے والی بات ہے۔ وہ اپنی عبادت بیچ دیتے ہیں اور بیچتے بھی اپنے سامانِ آسائش کے عوض میں ہیں۔" واشتروا بایٰتی ثَمَنًا قَلِیۡلًا" کے حکم میں زہادِ کرام بھی شامل ہیں۔

شیخ سعدیؒ نے فرمایا ہے:

گر از دوست چشمت بر احسانِ اوست
تو در بندِ خویشی نہ در بندِ دوست
خلافِ طریقت بود کاولیاء
تمنا کنند از خدا جُز خُدا

اہلِ دل کی یہ دُعا ہوتی ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ لَا اَسۡئَلُكَ سِوَاكَ۔ یعنی یا اللہ میں تیرے سوا تجھ سے اور کچھ نہیں مانگتا"۔

✿ حقیقتِ تصوّف

"تصوّف کے متعلق حضرت داتا گنج بخشؒ نے کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ یہ

Marfat.com

ایک ایسی حقیقت ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زمانۂ اقدس میں موجود تھی مگر اس کا کوئی نام نہیں تھا لیکن آجکل صرف اس کا نام باقی ہے، رُوح ضائع ہو چکی ہے اندازہ کریں اُس دور میں یہ حالت تھی تو اب حالات کتنے ابتر ہو چکے ہوں گے۔

ہمارا زمانہ، زمانۂ رسالتؐ سے جتنا دُور ہوتا جا رہا ہے، اُتنا ہی زوال پذیر ہو رہا ہے۔ ہم لوگ تو سراسر خسارے میں ہیں۔ خدا ہم پر رحم فرمائے۔

تصوّف ارتقائے رُوح کا کامل ترین نصاب ہے۔ یہ ایسی اکسیر ہے جو کھوٹے کو بھی کھرا کر دیتی ہے۔ اس کا دارومدار نسبتِ راسخ پر ہے اور نسبت کبریتِ احمر ہے جو اللہ والوں کا دامنِ تربیت تھام لیتا ہے، اس کی کشتی منجدھار سے نکل جاتی ہے۔

زندگی کی سب سے بڑی سعادت عشقِ الٰہی ہے اور عشق کا حصول تصوّف کے راستے کے بغیر ناممکن ہے۔ تصوّف، اسلام کے سوا کچھ بھی نہیں بلکہ یہ ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔

لفظ "تصوّف" میں چار حروف ہیں: ت، ص، و اور ف

"ت" سے مراد تجرید ہے یعنی ماسوی اللہ سے انقطاع اور ترکِ شہوات و لذات

"ص" صدق و صفا کی طرف اشارہ ہے یعنی سالک کے باطن میں نورِ خدا اور حقیقتِ محمّدیؐ کی جلوہ گری ہونی چاہیے۔ دل میں وہ نور آجانا چاہیے جس کے متعلق حدیث شریف ہے کہ "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللہُ نُوْرِیْ" یعنی خُدا نے سب سے پہلے میرا نُور تخلیق کیا۔

"و" کا مطلب ہے وفائے عہد۔ یعنی روزِ الست کو عالمِ بالا میں انسانی ارواح

Marfat.com

نے ربُّ العالمین سے جو عہدِ بندگی کیا ہے، اسے بوجہِ احسن نبھایا جائے اور صراطِ مستقیم سے سرِ مُو بھی انحراف نہ کیا جائے۔

"ف" سے مراد ہے فنا فی اللہ۔ یہی تصوّف و سلوک کی معراج ہے۔ فنا کے ضمن میں پہلے نفسِ امّارہ کی رذیلہ خواہشات کا قلع قمع کرنا ہے اور پھر اپنی ہستی کو رُوحِ خداوندی کے بحرِ بیکراں میں مدغم کر دینا جو ہمارا مرجع ہے اور جس کے متعلق بار بار قرآنِ کریم میں یاددہانی کرائی ہے۔" اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ"

پھر آپؒ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا:

"اَلتَّصَوُّفُ تَرْكُ الدَّعْوٰی وَکِتْمَانُ الْمَعْنیٰ"

حقیقی تصوّف یہ ہے کہ دعویٰ نہ کیا جائے اور حقیقت کو لوگوں سے چھپایا جائے۔"

اس گئے گذرے دور میں بھی کچھ بوریانشین ہیں جو دولتِ دردِ دل بیچتے ہیں۔ ایسے لوگ خُدا کے برگزیدہ ہیں۔ ان کی محفل میں بیٹھنے کا ثواب صد سالہ طاعتِ بے ریا سے بھی زیادہ ہے اور ان کا احترام اُخروی فوز و فلاح کا ضامن ہے۔ اگر ایسے لوگ ظواہرِ شریعت پر کاربند ہوں تو ان کی تقلید اور اُن کا اتباع واجب ہے۔ ہوسکتا ہے انھی کے وسیلے سے خُدا ہمیں بخش دے:

فَتَشَبَّهُوْا اِنْ لَّمْ تَکُوْنُوْا مِثْلَهُمْ

اِنَّ التَّشَبُّهَ بِالْکِرَامِ فَلَاحٌ

(ترجمہ) اگر تمُ نیک آدمی نہیں ہو تو بھی اپنے آپ کو نیک لوگوں کی طرح کا بنالو، اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ آخرت میں نیک لوگوں کے طفیل مجھ جیسے ہزاروں روسیاہ بخشے جائیں گے :

شنیدم کہ در روزِ اُمید و بیم
بدان را بہ نیکان بہ بخشد کریم"

❖ حضرت پیر سیّد حیدر شاہ صاحب قدس سرہ کا علوِ مرتبت

۲ ستمبر ۱۹۸۲ء جمعرات کو دوپہر ایک بجے کے قریب آستانہ عالیہ جلالپور شریف (جہلم) کے سجادہ نشین اور جمعیت العلمائے پاکستان کے مرکزی نائب صدر حضرت پیر سید برکات احمد شاہ صاحب مدظلہ العالی معظّم آباد تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ پانچ چھ خادم بھی تھے۔ سب سے پہلے آپ نے ساتھیوں کے ساتھ روضۂ مقدسہ میں حضرت خواجہ محمد معظم الدّین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ محمد حسین علیہ الرحمۃ کے مزاروں پر حاضری دی۔ پھر حضرت باواجی صاحبؒ کے کمرے میں ایک گھنٹے کے لگ بھگ نشست ہوئی۔ اڑھائی بجے کے قریب پیر صاحب سیال شریف روانہ ہوئے۔

اس دن اپنی عصری مجلس میں حضرتؒ نے اپنے برادرِ اصغر حضرت صاحبزادہ غلام فخرالدین صاحب معظمی کو مخاطب کرکے فرمایا: "مجھے شاہ صاحب کی بلند اخلاقی، وسیع ظرفی اور عالی ہمتی بہت پسند ہے۔"

پھر فرمایا: "اعلیٰ حضرت پیر سید حیدر شاہ صاحب جلالپوریؒ پیر سیال غریب نوازؒ کے خلیفۂ اعظم اور کامل درویش تھے۔ ان میں عجز و انکسار اور تواضع جیسی کاملانہ صفات بدرجۂ تم

Marfat.com

موجود تھیں۔ وہ سراپا نمونۂ فقر تھے۔ اعلیٰ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالویؒ کے خلفائے کرام میں ان کا نامِ نامی سرِفہرست ہے۔

ایک بار حضرت شیخ الاسلام سیالوی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے سیال شریف طلب کیا۔ مَیں حاضر ہوا تو آپؒ نے فرمایا: مولانا صاحب! جلالپور شریف جانے کا ارادہ ہے، آپ کو بھی میرے ساتھ چلنا ہے۔ مَیں نے عرض کیا:

رشتہ ای در گردنم افگندہ دوست

می بَرَد ہر جا کہ خاطر خواہِ اوست

جب ہم جلالپور شریف پہنچے تو سب سے پہلے حضرت شیخ الاسلامؒ نے روضہ شریف میں حاضری دی۔ سیال شریف سے روانہ ہوتے وقت آپؒ نے ایک خوبصورت لُنگی بطورِ امانت مجھے بخشی تھی، وہ لنگی آپؒ نے اعلیٰ حضرت جلالپوریؒ کے مزارِ پُرانوار پر چادر کے طور پر چڑھائی۔ اس دن مجھے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ و مقام کا عرفان و ادراک ہوا۔"

❖ حضرت شیخ الاسلام سیالویؒ کا ذکرِ خیر

۳ ستمبر ۱۹۸۲ء جمعہ کو صبح ساڑھے چھ بجے میرے جدِّ امجد حضرت خواجہ غلام سدید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ معظمؒ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے دو واقعات سُنائے، جو مَیں نے اسی وقت اپنی ڈائری میں نوٹ کر لیے۔ ملاحظہ فرمائیں:

"ایک دن مَیں نمازِ مغرب سے فارغ ہو کر بیٹھا ہی تھا کہ حضور شیخ الاسلام والمسلمین سیالویؒ تشریف لائے۔ کار سے اُترتے ہی سب سے پہلے مجھے آپؒ کی قدمبوسی کی

سعادت نصیب ہوئی۔ آپؒ نے پہلا سوال یہ کیا کہ: "روضہ شریف کا دروازہ کھلا ہے یا نہیں"؟ مَیں نے عرض کیا: "بند ہے"۔ آپؒ نے فرمایا: "کھلوایئے"۔

جب میں نے دروازہ کھلوا کر آپؒ کو اطلاع دی تو آپؒ بلا توقف اُٹھ کھڑے ہوئے آپؒ نے سرِ مبارک پر ایک بڑا سا لفافہ رکھا ہوا تھا۔ روضہ شریف میں آپؒ نے دونوں مزاروں کو بوسہ دیا اور لفافے سے ایک چادر نکال کر دونوں مزاروں پر سر کی جانب مشترکہ بچھا دی اور فرمایا: "آج عصر کی نماز مَیں نے یہاں شریف ادا کی۔ نماز سے فارغ ہوا تو جی چاہا کہ حضرت مولانا معظم الدّین قدس سرہ کے مرقد منوّر کی زیارت کروں۔ چنانچہ مَیں تیار ہو گیا۔ پھر سوچا کہ جس کے پاس حاضری کے لیے جانا مقصود ہو، اس کے لیے کوئی تحفہ لے جانا چاہیئے۔ مَیں نے اعلیٰ حضرت خواجہ شمس العارفینؒ کے مزار کا یہ غلاف لے لیا کیونکہ میرے نزدیک حضرت مولانا معظم الدّین علیہ الرحمۃ کے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی تحفہ نہیں ہو سکتا"۔

وہ مبارک غلاف آج بھی موجود ہے۔

اسی طرح ایک دن آپؒ مغرب سے ذرا پہلے تشریف لائے۔ حضرت صاحبزادہ مجد الدّین صاحب اور حضرت صاحبزادہ نصیر الدّین صاحب آپؒ کے ہمراہ تھے۔ مغرب کی نماز مسجد میں ادا کر کے آپؒ وہیں بیٹھ گئے اور مجھے "مرقعِ کلیمی" لانے کا حکم دیا۔ جب مَیں مرقع شریف لے کر حاضرِ خدمت ہوا تو آپؒ نے فرمایا: "دعواتِ کلیّہ" پڑھ کر مجھے اور میرے بچّوں کو دم کریں۔ اس غلام نے تعمیلِ ارشاد کی۔ پھر حضورؒ نے فرمایا: عوام النّاس کی خدمت کے لیے آپ "دعواتِ کلیّہ" شائع کرائیں اور حاجتمندوں میں تقسیم کیا کریں۔ چنانچہ مَیں نے جلد ہی اس کے بہت سے نسخے چھپوا لیے اور آدھے آستانِ جنّت نشان پر حضورؒ

کی خدمت میں حاضر کر دیے۔ آپؒ بہت خُوش ہوئے۔"

❖ شادی پر بینڈ باجے اور مسئلہ سماع

۱۵ر اکتوبر ۱۹۸۲ء جُمعۃ المبارک کو حضرت صوفی خورشید عالم مخمور سدیدی، حج بیت اللہ اور روضۂ رسولؐ کی زیارت سے مشرف ہو کر اپنے شیخِ طریقتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حاضرینِ محفل کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ بارہ بجے کے قریب مَیں بھی مجلس میں حاضر ہوا۔ مختلف موضوعات پر باتیں ہوتی رہیں۔ اسی اثنا میں ایک دولہا روضہ شریف پر حاضری دینے آیا۔ اس کے ساتھ بہت سے ڈھول اور کئی بینڈ باجے تھے۔ آپؒ نے صُوفی صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"سرورِ دو عالمؐ کا ارشادِ گرامی ہے: اَلنِّکَاحُ سُنَّتِی یعنی نکاح میری سنّت ہے۔ سُنّت عبادت ہوتی ہے۔ ان لوگوں نے اپنی جہالت اور کم عقلی سے یہ خرافات اختیار کر کے اس مُبارک سنّت کو عبادت نہیں رہنے دیا بلکہ لہو و لعب اور گناہ بنا دیا ہے۔ چلیے ڈھول کی حد تک تو اجازت ہے، دوسرے شیطانی آلات کی کیا ضرورت ہوتی ہے؟ لہو و لعب کا گناہ الگ اور اسراف کا گناہ الگ۔"

ضمناً راقم الحروف کے استفسار پر آپؒ نے مسئلۂ سماع کے بارے میں سیر حاصل گفتگو فرمائی، جس کے بعض حصے مَیں نے اسی دن نوٹ کر لیے تھے۔ آپؒ نے فرمایا:

"سین کی زبر کے ساتھ سَماع کا درست تلفظ ہے۔ لغوی اعتبار سے اس کے معنی صرف سُننے یا غور سے سُننے کے ہیں۔ اسی لیے فنِ حدیث کی ایک اصطلاح ہے "سماعِ حدیث"

Marfat.com

یعنی حدیث کا سُننا۔ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں سَماع سے مراد کسی کلامِ موزوں کا صَوتِ موزوں میں سُننا ہے۔ اس سے انسان حظِ روحانی اٹھاتا ہے۔

صَوتِ موزوں کی تاثیر مُسلّم ہے۔ یُونانی حکمار اور اسلامی مفکرین نے انسان میں اس کے غیر معمولی اثرات کا اعتراف کیا ہے۔ یہ بہت بڑی قوت ہے۔ اس کا اتنا اثر ہے کہ یہ انسان کو بے خود کر دیتی ہے۔ انسان کی خوش آوازی کی تاثیر تو خیر ہے ہی، پرندوں کی تسبیح خوانی بھی وجد آفریں ہوتی ہے۔ شیخ سعدیؒ نے گلستان میں اپنی مثال لکھی ہے:

دوشِ مرغی بہ صبح می نالید
عقل و صبرم ببرد وطاقت وہوش
یکی از دوستانِ مخلص را
مگر آوازِ من رسید بگوش
گفت باور نداشتم کہ ترا
بانگِ مرغی چنین کند مدہوش
گفتم این شرطِ آدمیت نیست
مُرغِ تسبیح خوان و من خاموش

بلکہ بوستان میں تو شیخ سعدیؒ نے یہ تک لکھا ہے کہ اولیاء اللہ کو بے خود کر دینے کے لیے رہٹ کی آواز بھی کافی ہے:

کسانیکہ یزدان پرستی کنند
بر آوازِ دولاب مستی کنند

Marfat.com

سماع بالمزامیر کو عام طور پر مشائخ عظامؒ نے پسند نہیں فرمایا اور عام سماع کے لیے بھی بڑی کڑی شرائط رکھی ہیں کہ آواز نہ عورت کی ہو اور نہ ہی امرد کی۔ سننے والوں اور سنانے والوں پر یادِ الٰہی کا غلبہ ہو جو کلام سنایا جائے، وہ غیر شرعی نہ ہو۔ ان شرائط کے مطابق ہونے والا سماع بھلا کیسے ناجائز ہو سکتا ہے۔

حضرت امام غزالیؒ، حضرت داتا گنج بخشؒ اور ابوالقاسم قشیریؒ جیسے عظیم علماء اور محققین نے بھی سماع کو جائز قرار دیا ہے۔ خود قرآن کریم سے بھی حُسنِ صَوت کی تحسین و ستائش کا پہلو نکلتا ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے: "اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ"۔ یعنی گدھے کی آواز مکروہ ترین آواز ہے۔ جب بُری اور بھدّی آواز سے کراہت کا اظہار کیا جا رہا ہے تو اس کے برعکس اچھی آواز کے لیے پسندیدگی لازم آتی ہے۔ کشف المحجوب میں حضرت داتا صاحبؒ نے حضرت ابوالحسن غزنویؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

"جو شخص یہ کہتا ہے کہ مجھے اچھی آواز پسند نہیں، یا تو وہ جھوٹ بول رہا ہے یا منافقت کر رہا ہے یا پھر بے چارہ سچ بول رہا ہے اور واقعی وہ بالکل ڈھور ڈنگروں کی طرح بے حس ہے۔"

"قوت القلوب" میں ابوطالب مکیؒ فرماتے ہیں:

"اِنَّ السَّمَاعَ عِلْمٌ لَا یَصْلُحُ اِلَّا لِاَھْلِ الصَّفَاءِ فَمَنْ سَمِعَہٗ عَلٰی کَدَرٍ فَذَالِکَ لَہٗ مِحْنَۃٌ وَضَرَرٌ"

یعنی سماع صرف انہی لوگوں کے لیے مفید ہے جو صفائے باطن رکھتے ہیں اور خواہشاتِ نفسانی میں مبتلا لوگوں کے لیے یہ نقصان دہ اور باعثِ فتنہ و فساد ہے۔

Marfat.com

سماع اعم العوام کے لیے مطلقاً حرام ہے، عام کے لیے مکروہ، خاص کے لیے جائز اور اخص الخواص کے لیے مستحب ہے بلکہ میرے نزدیک حالتِ انقباض میں واجب ہوجاتا ہے۔

فقہاء کے نزدیک بھی یہ مسئلہ ہمیشہ سے اختلافی چلا آرہا ہے۔ بعض اسے حرام کہتے ہیں تو بعض مکروہ اور بعض کے ہاں جائز ہے۔

یہ مستند حدیث ہے کہ جب سرورِ کائنات مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ میں داخل ہونے لگے تو اس وقت مدینہ شریف کی عورتیں چھتوں پر دف کے ساتھ یہ خیر مقدمی گیت گارہی تھیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوِدَاع

وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاع

یعنی وداع کی گھاٹیوں میں سے ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا۔ جب تک خدا کو پکارنے والے پکارتے رہیں گے، ہم پر شکر واجب ہے۔

صحیحین میں وارد ہونے والی کچھ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے رسولِ خداؐ کے ساتھ مل کر مسجد نبوی میں ہونے والا حبشیوں کا نیزہ بازی اور رقص کا مظاہرہ دیکھا، دف پر لونڈیوں کے گیت سُنے، حضرت ابوبکرؓ نے لونڈیوں کو منع کیا تو سرورِ کائناتؐ نے فرمایا انہیں خوشی منالینے دو۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ اس سلسلے میں احتیاط شرطِ اول ہے۔ جو شخص اپنے دل کو خُدا کے لیے خالص کرچکا ہو اسے سماع ضرور سننا چاہیے اور جس کے باطن کے کنوئیں میں نفسِ امارہ کا مردار چوہا موجود ہو، اس کے لیے سماع سے احتراز واجب ہے۔

Marfat.com

✧ حقیقتِ توبہ

۱۴ ارجنوری ۱۹۸۳ء کو حضرت جدِّ امجد علیہ الرحمۃ والغفران کے خطبۂ جمعہ کا موضوع "توبہ اور اس کی حقیقت" تھا۔ اس دلنشیں، سحر آفریں اور اثر انگیز وعظ کی کچھ باتیں مَیں نوٹ کر سکا جو ہدیۂ قارئین ہیں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا"

یعنی اے ایمان والو خدا سے توبہ کرو جیسا کہ توبہ کرنے کا حق ہے۔

لغوی اعتبار سے توبہ کا مطلب نافرمانی پر پشیمانی، سرکشی پر ندامت اور راہِ راست کی طرف رجوع کرنا ہے۔ توبہ سے مراد یہ ہے کہ اپنے گذشتہ گناہوں پر رو رو کر معافی مانگی جائے اور آئندہ زندگی میں کبھی گناہ نہ کرنے کا عزم بالجزم کر لیا جائے۔

قرآنِ کریم میں جا بجا توبہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

"تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ"

یعنی اے مومنو! تم سب مل کر خُدا کی طرف رجوع کر لو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

"وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْہِ"

یعنی اپنے رب سے مغفرت طلب کرو اور اس کی طرف رجوع کرو۔

توبہ صرف گناہگاروں کے لیے ہی ضروری نہیں بلکہ عبادت گذاروں کے لیے بھی

Marfat.com

لازم ہے تاکہ وہ اپنی نیک اعمالی پر مغرور نہ ہو جائیں کیونکہ جب غرور کسی دل میں جڑ پکڑ لیتا ہے تو پھر وہ تمام زہد و عبادات کے ضیاع کا سبب بنتا ہے۔ اسی لیے خدا نے فرمایا:

"اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْن"

سچی توبہ کے بغیر عبادت بھی بے روح اور بے معنی ہے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ"

یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہ ہو۔

یہ ہے شانِ کریمی:

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چُن لیے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

جن گناہگاروں کے دلوں میں ندامت کا احساس ہوتا ہے، رحمتِ خداوندی ان کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ ان کی ندامت بھی ایک طرح کی توبہ ہے۔ کہا گیا ہے: "الندم توبۃٌ"، لیکن پھر بھی توبہ کی تکمیل کے لیے صرف ندامت ہی کافی نہیں۔ اس کا اعلان بھی ضروری ہے۔

بزرگانِ دین کا فرمان ہے کہ توبہ کی دو قسمیں ہیں؛ توبۂ انابت اور توبۂ استجابت۔ توبۂ انابت وہ توبہ ہے جو خدا کے عذاب کے ڈر سے کی جائے اور توبۂ استجابت۔ اپنے دل کی ندامت اور خدا کے لطف و کرم اور اس کے عشق کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ اسی لیے توبۂ استجابت کا درجہ توبۂ انابت سے زیادہ ہے۔

Marfat.com

زبان سے توبہ کرتے رہنا اور گناہ پر ڈٹے رہنا رحمتِ خداوندی کے ساتھ مذاق ہے ایسے بدبختوں کے لیے ارشاد خداوندی ہے: "اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ وَیَمُدُّھُمْ فِیْ طُغْیَانِھِمْ یَعْمَھُوْنَ" یعنی اللہ ان کے استہزا کے بدلے میں انہیں بطورِ سزا ان کی سرکشی میں گمراہ کیے رکھتا ہے۔

توبہ کا دروازہ کھلا ہے، طالبانِ مغفرت کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں۔ خدا کے در پر کوئی حاجب یا پہریدار نہیں جو توبہ کرنے والوں کو روکے ٹوکے بلکہ اُدھر سے تو مژدۂ محبت سنائی دے رہا ہے کہ:

"اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ"

یعنی اللہ سچی توبہ کرنے والوں سے محبّت فرماتا ہے۔

بہت سے ایسے فاسق و فاجر لوگ تھے جو توبہ کرکے راہِ راست پر آگئے اور پھر انہوں نے ہزاروں گمراہوں کو راہِ راست سے آشنا کیا۔ آج بھی جو شخص خلوصِ دل سے توبہ کرے گا، خدا کے دربار سے اجرِ عظیم پائے گا۔

یہ تو تھی توبۂ شریعت اور توبۂ طریقت۔ اب توبۂ حقیقت کا مرحلہ ہے۔ اس مقام تک قسمت والے ہی پہنچ سکتے ہیں۔ یہ درجہ توبہ کا بلند ترین درجہ ہے۔ توبۂ طریقت تک بھی ہزاروں میں سے کوئی کوئی پہنچتا ہے، توبۂ حقیقت تو دور کی بات ہے۔ توبۂ حقیقت یہ ہے کہ:

"التّوبۃُ ان تتوب من کلِّ شیءٍ سوی اللہ"

یعنی خدائے بزرگ و برتر کی ذاتِ والاصفات کے سوا ساری دنیا و مافیہا سے منہ موڑ لیا جائے۔"

Marfat.com

جب جمعہ کے بعد "رفیع المنازل" کے برآمدے میں آپؒ دُور دُور سے آئے ہوئے مہمانوں کو رخصت کر رہے تھے تو ایک آدمی آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور رو رو کر کہنے لگا کہ مَیں پیشہ ور چور ہوں اور اب سچے دل سے توبہ کرنا چاہتا ہوں. آپؒ نے اس کے جذبے کو سراہا اور اس پر بے حد شفقت فرمائی۔ حاضرین سے مخاطب ہو کر آپؒ نے کہا:

"مسلمانو! دیکھو اس شخص کا ضمیر مردہ نہیں ہوا تھا۔ اس نے چوری سے توبہ کی نیت کر لی ہے۔ سب لوگ دُعا کریں کہ خدا اسے بھی استقامت عطا کرے اور ہمیں بھی یہ جرأت و حوصلہ بخشے۔"

اس کے بعد آپؒ نے دُعائے خیر کی اور کہا: "صدقِ دل سے سربسجود ہو کر معافی مانگو گے تو مل جائے گی۔ وہ ستار، غفار، رؤف اور رحیم و کریم ذات تمہیں مایوس نہیں کرے گی۔ اس کے علاوہ جن جن لوگوں کا تُم نے نقصان کیا ہے، ان کا نقصان حتی المقدور پورا کرو اگر اس کی استطاعت نہیں رکھتے تو ان سے مل کر معافی لے لو اور مجمعِ عام میں اپنی توبہ کا اعلان کرو۔"

بعد میں آپؒ دیر تک باچشمِ نم حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ کی یہ رباعی پڑھتے رہے:

باز آ، باز آ، ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بُت پرستی باز آ
این درگہِ ما درگہِ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

✤ جوشؔ ملیح آبادی کا کلام

۲۴. فروری ۱۹۸۲ء جمعرات کو صبح ساڑھے سات بجے آپؒ نے روزنامہ نوائے وقت

Marfat.com

میں شائع ہونے والا میرا ایک مضمون "جوش ملیح آبادی کی نعتیہ شاعری" ملاحظہ فرمایا اور میری بے حد حوصلہ افزائی فرمائی۔ آپؒ نے کہا:

"احسان دانشؒ کے شاگرد کی حیثیت سے تم پر فرض تھا کہ تم جوش پر کچھ لکھو۔ اس کے لیے تم نے بہت اچھا موضوع منتخب کیا ہے اور بہت اچھے انداز میں لکھا ہے۔ آج لوگ جوش کو دہریہ اور نجانے کیا کیا کہتے ہیں لیکن میں اسے کافر یا مشرک کہنے سے ڈرتا ہوں۔ ایسے حق پرست اور لطیف احساسات رکھنے والے آدمی کو بھلا کافر کیسے کہا جائے جو یہ کہتا ہو:

ہم ایسے اہلِ نظر کو ثبوتِ حق کے لیے
اگر رسول نہ ہوتے تو صُبح کافی تھی

صُبح کا منظر واقعی اتنا دلنشیں ہوتا ہے کہ بڑے سے بڑا بدبخت بھی اس کے فیوض و برکات کو محسوس کر سکتا ہے۔ خدا نے بھی فرمایا ہے:

"والصُّبحِ اِذَا تنفَّس"

یعنی "قسم ہے صُبح کی جب وہ سانس لیتی ہے"!

قرآن کا یہ اسلوب بھی معجزانہ ہے۔ صُبح کو ذی رُوح قرار دے کر نسیمِ سحری کو صُبح کی سانسیں کہنا قرآن کا ہی کمال ہے۔ اتنی لطیف بات کہنا کسی بشر کے بس کی بات نہیں۔"

❖❖❖

Marfat.com

ملفوظاتِ سیدیہ

ملفوظاتِ سیدیہ
ملفوظاتِ سیدیہ

ترتیب معین نظامی